بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہنامہ الفرقان لکھنؤ

جلد نمبر ۸۲　ماہ جولائی ۲۰۱۴ء مطابق رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ　شمارہ نمبر ۷

مدیر
خلیل الرحمان سجاد نعمانی
E-mail : ilm.zikr@yahoo.com

اس شمارہ میں

	مضامین	مضامین نگار	صفحہ نمبر
۱	نگاہ اولیں	مدیر	۳
۲	محفل قرآن	مولانا عتیق الرحمن سنبھلی	۹
۳	روزہ	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی	۱۷
۴	رمضان المبارک کے فضائل	حضرت مولانا ذوالفقار احمد نقشبندی	۳۷

اگر اس دائرہ میں ◯ سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ
آپ کی خریداری کی مدت ختم ہوگئی ہے براہ کرم آئندہ کے لئے چندہ ارسال فرمائیں ورنہ اگلا شمارہ بصیغہ V.P. ارسال کیا جائے گا جس میں آپ کے -/35 روپے زائد خرچ ہوں گے ـــ منیجر

ضروری اعلان

مختلف مقامات میں ماہنامہ الفرقان کی توسیع اشاعت کے ذمہ دار حضرات کے نام اور فون نمبر نیچے لکھے جا رہے ہیں ان مقامات نیز قرب و جوار کے حضرات اُن سے رابطہ قائم کریں۔

مقام	نام	فون نمبر
۱۔ بڑودہ (گجرات)	مفتی محمد سلمان صاحب	+91-9898610513
۲۔ مالیگاؤں (مہاراشٹر)	مفتی حسین محفوظ صاحب	+91-9226876589
۳۔ بیلگام (کرناٹک)	مولانا تنویر صاحب	+91-9880482120
۴۔ بیڑ (مہاراشٹر)	قاسمی بکڈپو طہٰ بکڈپو الطاف بکڈپو	+91-9960070028 +91-9326401086 +91-9325052414-9764441005
۵۔ گورکھپور (اتر پردیش)	مکتبہ ناصر	+91-9451846364
۶۔ جالنا (مہاراشٹر)	محمد اظہر	+91-9225715159

مرتب: یحییٰ نعمانی

ناظم شعبۂ رابطہ عامہ : بلال سجاد نعمانی
E-mail: nomani_sajjadbilal@yahoo.com

☆ سالانہ زرتعاون، برائے ہندوستان: (سادہ ڈاک) عموی -/Rs.200

☆ سالانہ زرتعاون برائے ہندوستان: (بذریعہ وی پی [1]) عموی -/Rs.230

[1] اس صورت میں پہلے سے زرتعاون بھیجنے کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ رسالہ وصول کرتے وقت ڈاکیہ کو مطلوبہ رقم ادا کرنی ہوتی ہے، مگر خیال رہے کہ وی پی نہ وصول ہوئی تو ادارہ کو -/Rs.40 کا نقصان ہوتا ہے

☆ سالانہ زرتعاون برائے بیرونی ممالک (بذریعہ ہوائی جہاز) -/20 پاؤنڈ۔ -/40 ڈالر

لائف ممبر شپ: ہندوستان: سادہ ڈاک -/Rs.8000۔

بیرونی ممالک: -/600 پاؤنڈ۔ -/1200 ڈالر۔

برطانیہ میں ترسیل زر کا پتہ : Mr. RAZIUR RAHMAN
90-B HANLEY ROAD. LONDON N4 3DW U.K
Fax & Phone:020 72721352. Email:furqanpublications@googlemail.com

ادارہ کا مضمون نگار کی فکر سے اتفاق ہونا ضروری نہیں۔

خط وکتابت اور ترسیل زر کا پتہ

ماہنامہ الفرقان
۳۱/۱۱۴ نظیر آباد لکھنؤ۔
پن کوڈ-۲۲۶۰۱۸ - یوپی، انڈیا۔

MonthlyALFURQAN
114/31, NAZIRABAD LUCKNOW
Pin-226018- U.P INDIA

فون نمبر: Ph:0522-4079758
e-mail : monthlyalfurqanlko@gmail.com

دفتر کے اوقات صبح ۱۰ بجے سے ۱ بجکر ۳۰ منٹ بعد ظہر: ۲ بجے سے ۵ بجکر ۳۰ منٹ تک

اتوار کو آفس بند رہتا ہے۔

خلیل الرحمن سجاد کے لیے پرنٹر و پبلشر محمد حسان نعمانی نے کاکوری آفسیٹ پریس کچہری روڈ لکھنؤ میں چھپوا کر دفتر الفرقان ۳۱/۱۱۴ نیا گاؤں مغربی لکھنؤ سے شائع کیا۔

نگاہ اولیں

مدیر

۱۶/مئی ۲۰۱۴ء کا دن ہند کے باشندوں کی تاریخ میں ایک غیر معمولی دن بن کر آیا —— اس دن دواہم واقعات رونما ہوئے —— ایک تو وہ واقعہ جس کی خبر اس سال کی سب سے بڑی خبر بنی یعنی یہ کہ نریندر مودی کی قیادت میں بھارتیہ جنتا پارٹی کو پارلیمانی انتخابات میں ایسی زبردست کامیابی ملی جس کی کسی کو بھی، شائد خود اس کے لیڈروں کو بھی، توقع نہیں تھی —— اور دوسرا واقعہ یہ ہوا کہ ستمبر ۲۰۰۲ء میں گاندھی نگر (گجرات) میں واقع ہندوؤں کے ایک بڑے مذہبی مرکز **''سوامی نرائن اکشر دھام مندر''** پر مبینہ طور پر دو مسلح افراد نے اچانک دھاوا بول کر ۳۳ افراد کو ہلاک اور ۸۶ لوگوں کو زخمی کر دیا تھا اور اس سخت قابل مذمت واقعہ کے ایک سال گذر جانے کے بعد تک گجرات پولیس مجرموں کا پتہ لگانے میں اور کسی کو گرفتار کرنے میں ناکام رہی تھی پھر ایک سال بعد اچانک چند مسلمانوں کو، جن میں احمد آباد کے دو مؤقر علماء کرام بھی شامل تھے، اس حملہ کی سازش رچنے والے ملزم قرار دیکر گرفتار کیا گیا اور پھر متعلقہ عدالت نے سب کو مجرم قرار دے دیا، اور سزائے موت سے لیکر عمر قید تک اور دس سال اور ۵ سال قید با مشقت کی سزائیں سنائی تھیں اور بعد میں گجرات ہائی کورٹ نے بھی ماتحت عدالت کے فیصلے کو برقرار رکھا تھا جس کے نتیجے میں ان میں سے اکثر لوگ گذشتہ گیارہ سال سے جیل میں تھے اور مسلمانان ہند کا کردار داغدار بنا ہوا تھا۔ ۲۰۱۰ء سے ماتحت عدالتوں کے فیصلے کے خلاف اپیل سپریم کورٹ میں زیر سماعت تھی، —— اور —— بالآخر ۱۶/مئی ہی کے دن سپریم کے دو ججوں جسٹس وی، گوپالا گوڈا، اور جسٹس اے کے پٹنا ٹک کی بنچ نے ایک طویل اور مدلل فیصلے کے ذریعہ ان سب کو باعزت بری کر دیا۔ یہ خبر بھی ملک کے مظلوموں اور انصاف پسندوں کے لئے اور خصوصاً مسلمانوں کے لئے بہت اہمیت کی حامل ہے، مگر ہوا یہ کہ پہلی خبر کی گھن گرج اور شور وغل میں یہ دوسری خبر دب کر رہ گئی۔ ویسے بھی میڈیا کا کام مسلمانوں کی شبیہ بگاڑنا ہے۔ وہ ایسی چیز کیوں عام کرے جس سے ان کی شبیہ صاف ہوتی ہو؟ ذیل کی سطروں میں اختصار کے ساتھ ان دونوں خبروں اور اس سے پیدا ہونے والی صورتحال کا جائزہ لینے کی کوشش کی جائے گی۔

جہاں تک پہلی خبر کا تعلق ہے تو اس میں کوئی شک نہیں کہ جو شخصیت حالیہ انتخابات کے نتیجہ میں ملک کی سب سے زیادہ طاقت ور شخصیت بن کر ابھری ہے اس کے ٹریک رکارڈ کے بارے میں عام طور پر جواب تک جانا جاتا ہے اس کی وجہ سے ملک وملت کے بہی خواہوں کا مستقبل کے بارے میں پہلے سے زیادہ فکر وتشویش میں مبتلا ہوجانا فطری ہے، مگر اس فکر وتشویش سے فائدہ اس وقت ہوگا جب یہ، کم ازکم قیادت کی ذمے داری سنبھالے ہوئے حضرات کی توجہ کو خود احتسابی کی طرف موڑ دے۔ اور وہ ایک نئے عزم وحوصلے، اور مکمل اخلاص اور اللہ پر مکمل اعتماد اور حالات کے بھرپور اور بے لاگ تجزیہ کے بعد سیاسی میدان میں اس منصوبہ بند اور منظم جدوجہد کا آغاز کردیں جس کے فقدان نے یہاں تک پہونچایا ہے۔

بخدا میں تنقید برائے تنقید کے لئے نہیں عرض کررہا ہوں خدارا غور کیجئے کہ کیا ہمارا موجودہ طرز عمل ہماری سیاسی بے وزنی کو دور کرنے کے لئے کافی ہے؟، کیا یہ کافی ہے کہ ہم کچھ جلسے اور کچھ کنونشن کرلیا کریں؟ اور کچھ بھولے بھالے عوام کی بھیڑ دہلی اور دوسرے مرکزی مقامات پر اکھٹا کر کے نام نہاد سیکولر پارٹیوں سے کچھ مطالبے کرلیا کریں، کچھ تجویزیں منظور کرلیا کریں؟ اور اگر موقع مل جائے تو ان کے لیڈروں سے خاموشی کے ساتھ مل کر کچھ ''**خاص گفتگو**'' کرلیا کریں؟ کیا یہ کافی ہے کہ ہماری ملی تنظیموں اور جمعیتوں کا صرف یہ کام رہ جائے کہ جب کوئی زمینی یا آسمانی آفت آجائے ہم ریلیف لے کر وہاں دوڑ پڑیں، چند بے گھروں کے مکان بنوادیں، کچھ اجتماعی شادیاں کروادیں؟ اور گرفتار شدگان کی قانونی امداد کر کے عدالتوں میں ان کے مقدمات کی پیروی کے سلسلہ میں ان کی مدد کردیں؟؟؟ کیا صرف ان کوششوں سے ہم ان گروہوں کا مقابلہ کرسکتے ہیں جو اپنے مقاصد کے حصول کے لئے تن من دھن سب کچھ قربان کررہے ہیں؟ اور لاکھوں افراد کو ایک منظم تحریک کی شکل میں ترتیب دے کر اپنے مقاصد کی طرف قدم بقدم بڑھتے جارہے ہیں۔ کاش ہم اپنے پڑوس میں جینے والی اس حقیقت کو دیکھ سکتے اور اس سے سبق سیکھ سکتے کہ ہزاروں بلکہ لاکھوں لوگ ہیں جو اپنے مشن میں بڑے خلوص، جوش اور جذبے سے لگے ہوئے ہیں۔ وہ اپنی جان، مال اور وقت قربان کرتے ہیں، اپنے بڑوں کا احترام اور ان کی اطاعت کرتے ہیں۔ اپنی صفوں میں اتحاد بڑھانے اور جن کو وہ اپنا حریف سمجھتے ہیں ان کی صفوں میں انتشار پیدا کرنے کے لئے بڑے سلیقے کے ساتھ سرگرم عمل ہیں؟

ہمیں جاننا چاہئے کہ دنیا میں افراد اور قوموں کے درمیان کشمکش کے نتیجے صرف خواہشوں کی بنیاد

پر نہیں نکلتے، بلکہ ان ضابطوں کی بنیاد پر نکلتے ہیں جو سب کے خدا نے (صرف مسلمانوں کے خدا نے نہیں) سب کے لئے مقرر کردئے ہیں۔ جہادِ زندگانی میں صرف تمناؤں کے ذریعہ فتح حاصل نہیں کی جاسکتی، اس کے لئے ''یقیں محکم عمل پیہم محبت فاتح عالم'' کی ضرورت پڑتی ہے۔

حالیہ انتخابات کے نتائج کا ایک بہت اہم پہلو یہ بھی ہے کہ جن پارٹیوں اور سیاسی بازیگروں کو ہم اپنی سادہ لوحی اور بے خبری کی وجہ سے ''سیکولر'' اور مسلمانوں کے مفاد اور حقوق کا محافظ سمجھ کر اپنے اجتماعی وجود اور سیاسی وزن کو فنا کرتے ہوئے ان کے ساتھ مستقل مزاجی اور جذبہ فنائیت کے ساتھ لگے رہے، ان میں سے اکثر کا وجود ہی مٹ گیا یا مٹنے کے قریب پہونچ گیا—— اور کہا جاسکتا ہے کہ ایک اور موقع قدرت کی طرف سے ہندی مسلمانوں کو ملا ہے کہ وہ تمام حقائق کو مد نظر رکھتے ہوئے (حقائق کو نہ کہ اوہام اور اندیشہائے دور دراز کو) اس بات پر سنجیدگی سے غور کریں کہ وہ اپنے کو ایک مؤثر سیاسی طاقت کیسے بنائیں اور صرف ان دھوکے بازوں کے سیاسی یرغمال بنے رہنے کی کیفیت سے خود کو کیسے نکالیں؟ ایک پہلو یہ بھی توجہ طلب ہے کہ پورے ملک کے رائے دہندگان میں سے صرف ۳۱ فیصد نے بی، جے، پی اور اس کے اتحادیوں کو ووٹ دیا ہے یعنی اب بھی ۶۹% ووٹ اس کے خلاف ہی ڈالے گئے ہیں۔ نیز یہ حقیقت بھی مد نظر رہنی چاہئے کہ ان رائے دہندگان میں زیادہ تر وہ نوجوان اور وہ شہری و دیہی عوام ہیں جو سابقہ حکومت کی بے حسی و بے عملی، اور مہنگائی و بدعنوانی اور جنگل کے راج جیسی کیفیت سے تنگ آچکے تھے، اور نریندر مودی اور اس کی ٹیم نے بڑی فنی مہارت کے ساتھ اس صورت حال کا بھرپور فائدہ اٹھایا اور عوام کو ان مصیبتوں سے نجات دلانے اور ترقی اور استحکام کے ایک نئے دور کی امید دلانے میں زبردست کامیابی حاصل کی۔ یہاں میرا مدّعا صرف یہ ہے کہ اس پارٹی کو ووٹ دینے والوں میں ان کی تعداد بہت کم ہوگی جنہوں نے روایتی مسلم دشمنی کے جذبات سے مغلوب ہوکر ووٹ ڈالا ہوگا، اور یقیناً یہ بھی ایک مثبت علامت ہے—— اور یہ اور اس طرح کے دوسرے کئی پہلو ہیں جو یہ بتاتے ہیں کہ انتخابات کے یہ نتیجے صرف منفی اور مایوس کن نہیں ہیں بلکہ اس میں کچھ مثبت پہلو بھی پوشیدہ ہیں——

آج (۱۷/ جون) کے اخبارات میں ہی واضح طور پر یہ خبریں آئی ہیں کہ مہنگائی ختم کرنے کے جو وعدے کئے گئے تھے، نئی حکومت کے لئے ان وعدوں کو پورا کرنا بہت مشکل نظر آرہا ہے—— یہ بھی خبریں آرہی ہیں کہ دن بدن اشیاءِ صَرف کی قیمتیں بڑھتی ہی جارہی ہیں—— ہر باخبر شخص جانتا ہے کہ ہونا یہی تھا

اور ہونا یہی ہے —— اس دور کے آوے کا آوا اس بری طرح بگڑا ہوا ہے کہ کسی نئی پارٹی کے برسر اقتدار آجانے سے سارے مسائل حل ہوجائیں یہ ممکن ہی نہیں ہے، اب ہوگا یہی کہ عوام پانچ یا زیادہ سے زیادہ دس سال تک انتظار کرنے کے بعد پھر تبدیلی لانا چاہیں گے، اور اس وقت وہی پرانے بازیگر اُن کو امید دلائیں گے اور عوام کی کمزور یادداشت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے یقین دلائیں گے کہ ہمیں موقع دو، ہم سارے مسائل حل کردیں گے۔۔۔اور پھر۔۔۔لہٰذا جو لوگ سیاسی میدان میں کام کررہے ہیں (اور بلاشبہ یہ شعبہ بھی اس لائق ہے کہ اسے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا) خدا کرے تازہ ترین حالات کو ایک سنہری موقع سمجھیں، ایک تفصیلی لائحہ عمل مرتب کرکے عملی جدوجہد کا آغاز کریں یہی صورت ہے جس سے شر سے خیر کو برآمد کیا جاسکتا ہے۔

اب آیئے دوسری خبر اور اس کے مضمرات کا مختصر سہی، جائزہ لیا جائے۔

سوامی نرائن اکشر دھام مندر پر ہونے والے حملے میں ماخوذ مسلمانوں کے مقدمے میں، جس میں گجرات ہائی کورٹ تک نے بشمول سزائے موت سخت سزائیں سنائی تھیں سپریم کورٹ نے ۱۶/ مئی کو جو فیصلہ دیا ہے وہ بلا شبہ ہندوستانی عدلیہ کی تاریخ میں ایک اہم باب کی حیثیت رکھتا ہے۔ ۲۸۱ صفحات پر مشتمل یہ فیصلہ میں نے حرف بحرف خود پڑھا ہے اور میرا جی چاہتا ہے کہ ہر باشعور ہندوستانی یہ فیصلہ ضرور پڑھے ضرورت ہے کہ اس فیصلے کی بہت بڑے پیمانے پر تشہیر کی جائے — ماتحت عدالتوں نے استغاثہ (گجرات پولیس) کے دعوؤں کو قبول کرتے ہوئے اپنے فیصلوں کی بنیاد خاص طور پر دو چیزوں پر رکھی تھی، ایک تو ملزموں کے اقبالیہ بیان پر، جس کے بموجب ملزمان نے صاف صاف اقرار کیا تھا کہ ''وہ مندر پر ہونے والے حملے کی سازش میں پوری طرح شریک تھے۔۔۔'' اور دوسرے ان دو خطوط پر جو مبینہ طور پر ان دہشت گردوں کی پینٹ کی جیبوں سے نکلے تھے جن کو استغاثہ نے ''**فدائین**'' کا نام دیا ہے —— سپریم کورٹ کے مذکورہ فیصلے نے ان دونوں بنیادوں کا بڑی تفصیل کے ساتھ جائزہ لیتے ہوئے انہیں جھوٹ اور نا قابل قبول بتا یا ہے —— فیصلے کے صفحہ 264 پر فاضل ججوں نے مقدمے کے مختلف پہلوؤں کا تفصیلی جائزہ لینے کے بعد اپنے تأثرات کا اظہار کرتے ہوئے لکھا ہے:

> ''اس موقع پر اس مقدمے کے مختلف مراحل کے دوران جو کج روی کا رویہ اپنایا گیا، اور انکوائری کے ابتدائی مرحلے سے لیکر ریاستی حکومت کے ذریعہ ملزمان کے خلاف ''**پوٹا**'' کے تحت مقدمہ چلانے کی منظوری دینے تک اور پھر اسپیشل عدالت کے ذریعہ سب ملزمین کو مجرم قرار دیکر سزا

سنانے اور ہائی کورٹ کے ذریعہ اس فیصلے کو درست قرار دینے تک جس طرح کا طرز عمل اختیار کیا گیا اس کا نوٹس لینا ہم ضروری سمجھتے ہیں۔

اس ملک کی اعلیٰ ترین عدالت ہونے کے ناطے ہم اس ملک کے باشندوں کے بنیادی حقوق اور انسانی حقوق کی صریح کھلی خلاف ورزی کے واقعات اپنے سامنے آنے کے بعد ہاتھ پر ہاتھ دھرے نہیں بیٹھ سکتے''۔

صفحہ 266 پر فاضل ججوں نے اس مقدمے میں پولیس اور ماتحت عدالتوں کے طرز عمل پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا کہ:

گجرات پولیس کا محکمۂ انسداد دہشت گردی (A.T.S) ایک سال تک مندر پر ہونے والے حملے کی تفتیش کرتا رہا مگر اسے کوئی سراغ نہیں ملا ــــــ پھر ۱۸/ مارچ ۲۰۰۳ء کی صبح اس کیس کی تفتیش احمد آباد پولیس کی کرائم برانچ کے سپرد کی جاتی ہے ــــــ اس کے بعد ایک خاص بات یہ ہوتی ہے کہ ڈی، جی، ونجارا اس وقت کے اسٹنٹ کمشنر پولیس (کرائم برانچ) کو ایک شخص کے بارے میں کچھ بتاتے ہیں۔ اور وہ اسٹنٹ کمشنر صاحب اسی شام ساڑھے چھ بجے اس کیس کی تفتیش کے انچارج بنا دیئے جاتے ہیں ــــــ ور جس شخص کے بارے میں ان کو ان کے ''صاحب'' نے کچھ بتایا تھا اس کا بیان اسی شام ۸ بجے لے لیا جاتا ہے ــــــ یہاں پر آکر ہمارے ذہن میں زبردست شبہات پیدا ہوتے ہیں کہ آخر اتنے اہم گواہ، ڈی، جی، ونجارا جس نے پہلی مرتبہ مبینہ طور پر ان ملزموں تک پہونچانے والی درمیان کی کڑی (گواہ نمبر ۵۰) کو دریافت کیا تھا پوٹا کی خصوصی عدالت نے اس کو عدالت میں کیوں طلب نہیں کیا؟ کرائم برانچ کو مقدمے کی تفتیش سپرد کئے جانے کے صرف ۲۴ گھنٹے کے اندر وہ سب کیسے معلوم ہو گیا جو پچھلے ایک سال میں نہیں معلوم ہو سکا تھا؟ اس اہم پہلو کی جانچ نہ کر کے ماتحت عدالتوں نے صرف پولیس کے بیان کردہ حقائق اور پیش کردہ ثبوتوں کو کیوں کر قبول کر لیا؟؟؟

اپنے فیصلے کی آخری سطروں میں ججوں کے یہ ریمارک بھی قابل ذکر ہیں:

''ملک کی یکجہتی اور سلامتی کو سخت خطرے میں ڈال دینے والے اتنے سنگین معاملے کی تفتیش میں ایجنسیوں نے جس نا اہلیت کا ثبوت دیا ہے ہم اس پر اپنی ناراضگی کا اظہار کرنا بھی ضروری سمجھتے ہیں اتنی قیمتی جانوں کو موت کے گھاٹ اتار دینے والے اصلی مجرموں کو پکڑنے کے بجائے پولیس نے بے گناہ لوگوں کو پکڑ لیا۔ اور ان پر سنگین الزامات لگا دیئے، جس کے نتیجے میں انہیں مجرم قرار دیکر سخت سزاؤں کا مستحق قرار دے دیا گیا۔۔۔۔''[۲]

۱۶/ مئی ہی کے دن آنے والے اس فیصلے نے یہ پیغام بھی دیا ہے کہ ابھی ملک میں اور اعلیٰ ترین عہدوں پر بیٹھے ہوئے اکثریتی فرقہ سے تعلق رکھنے والے لوگوں میں بھی حق اور انصاف پر یقین رکھنے والے اور مظلوموں کو ان کے حق دلانے کا حوصلہ رکھنے والے موجود ہیں۔ضرورت ہے اچھے انسانوں کو تلاش کر کے انہیں ایک لڑی میں پرو کر ایک طاقت کھڑی کرنے کی۔یعنی ضرورت ہے ایک اور حلف الفضول کی،

جس دن یہ تاریخی فیصلہ آیا اسی دن وہ شخص ملک کے اقتدار کی سب سے اونچی مسند پر قابض ہوا، جس کو اس مقام پر پہونچانے کے لئے نہ جانے کتنے بے گناہوں کو بلی چڑھایا گیا تھا،کیا امید کی جاسکتی ہے کہ اب جب کہ وہ اپنی منزل تک پہونچ گیا ہے اب وہ ظلم کے بجائے انصاف کا راستہ اختیار کرے گا؟؟؟ ہزار اندیشوں کے درمیان ہم اپنے دل میں اچھی امیدیں اور مستقبل کے بارے میں مثبت امکانات کی توقعات بھی پاتے ہیں۔آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا؟

ان باعزت بری ہونے والے تمام بھائیوں، بالخصوص دونوں علماء مولانا مفتی عبدالقیوم اور مولانا عبداللہ میاں کو اور ان کے سب اہل خانہ اور خیر خواہوں کو دلی مبارک باد کے ساتھ یہ پیام بھی کہ آپ سب ہر طرح کے منفی اور انتقامی جذبات سے بچتے ہوئے اسوۂ یوسفی اور اخلاق محمدی کو مشعلِ راہ بنائیں اور ملک اور ملت کی مخلصانہ تعمیری خدمات میں پہلے سے بھی زیادہ جوش کے ساتھ لگ جائیں۔

احمد آباد کی جس جیل سے یہ حضرات رہا ہو کر، **الحمدللہ**، باہر آگئے ہیں اسی جیل میں ایک اور صاحب نسبت عالم ہمارے محترم دوست مولانا عبدالقوی صاحب مارچ کے مہینہ سے پوٹا قانون ہی کے تحت بند ہیں،تمام قارئین سے یہ عاجز درخواست کرتا ہے کہ ان کی اور ان کے علاوہ دوسرے تمام بے گناہ قیدیوں کی بھی جلد از جلد رہائی کے لئے اور تمام الزامات سے بری ہونے کے لئے دعاؤں کا اہتمام فرمائیں۔

☆☆☆

۲؎ جو لوگ پورے فیصلے کو پڑھنا چاہیں وہ سپریم کورٹ کی ویب سائٹ پر جا کر یہ فیصلہ پڑھ سکتے ہیں۔

www.supremecourt.in criminal appeal 2295/2010

محفل (۱۳۹) سورۃ المائدہ (۱۷)

حضرت مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی مدظلہٗ

(۱) بے ضرورت سوالات کے خلاف آگاہی، کہ یہ نادانی ہے
(۲) ایک خاص قسم کے مالی نزاع کے فیصلہ میں ایک خاص طریقِ کار کی ہدایت

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ ۚ
فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰۤاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝۱۰۰ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْـَٔلُوْا
عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ ۚ وَاِنْ تَسْـَٔلُوْا عَنْهَا حِيْنَ يُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ
تُبْدَ لَكُمْ ؕ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ۝۱۰۱ قَدْ سَاَلَهَا قَوْمٌ مِّنْ
قَبْلِكُمْ ثُمَّ اَصْبَحُوْا بِهَا كٰفِرِيْنَ ۝۱۰۲ مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا
وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ ۙ وَّلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ
وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝۱۰۳ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى
الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا
يَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ۝۱۰۴ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا
يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ؕ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا
كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۱۰۵ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ
الْمَوْتُ حِيْنَ الْوَصِيَّةِ اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَيْرِكُمْ اِنْ
اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَاَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةُ الْمَوْتِ ؕ تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْۢ
بَعْدِ الصَّلٰوةِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ اِنِ ارْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِيْ بِهٖ ثَمَنًا وَّلَوْ كَانَ ذَا
قُرْبٰى ۙ وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ اللّٰهِ اِنَّاۤ اِذًا لَّمِنَ الْاٰثِمِيْنَ ۝۱۰۶ فَاِنْ عُثِرَ عَلٰۤى اَنَّهُمَا

اسْتَحَقَّآ اِثْمًا فَاٰخَرٰنِ یَقُوْمٰنِ مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِیْنَ اسْتَحَقَّ عَلَیْهِمُ
الْاَوْلَیٰنِ فَیُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ لَشَهَادَتُنَآ اَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَمَا اعْتَدَیْنَآ ۖ اِنَّآ
اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۰۷﴾ ذٰلِكَ اَدْنٰۤی اَنْ یَّاْتُوْا بِالشَّهَادَةِ عَلٰی وَجْهِهَآ اَوْ یَخَافُوْۤا اَنْ
تُرَدَّ اَیْمَانٌۢ بَعْدَ اَیْمَانِهِمْ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاسْمَعُوْا ؕ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ
الْفٰسِقِیْنَ ﴿۱۰۸﴾

ترجمہ

اے ایمان والو ایسی باتوں کی بابت نہ پوچھو کہ تم پہ کھول دی جائیں تو تمھیں خوش نہ آئیں۔ اور اگر ان کے بارے میں تم ان دنوں میں کہ قرآن نازل ہو رہا ہے سوال کرو گے تو وہ تم پر کھول دی جا سکتی ہیں۔ معاف اللہ نے کیں (تمہاری) ایسی باتیں۔ اور اللہ بڑا معافی دینے والا بڑا بُردبار ہے۔ (۱۰۱) تم سے پہلے (بھی) ایک قوم نے ایسی باتیں پوچھیں اور پھر ان کے باعث کافر ہوئے (۱۰۲)

اللہ نے نہ بحیرہ (نام سے کچھ) ٹھیرایا ہے نہ سائبہ نہ وصیلہ اور نہ حام۔ بلکہ وہ کہ جو کافر ہیں وہ اللہ پر جھوٹ باندھا کرتے ہیں۔ اور اکثر ان میں بے سمجھ ہیں۔ (۱۰۳) و ران سے جب کہا جاتا ہے کہ آؤ اس کی طرف جو اللہ نے نازل فرمایا اور رسول کی طرف تو کہتے ہیں ہمیں تو وہ بس ہے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔ کیا، جب بھی جبکہ ان کے باپ دادے نہ کچھ علم رکھتے ہوں نہ ہدایت یاب ہوں (۱۰۴) اے ایمان والو! تمھیں اپنی فکر رکھنی ہے۔ تمھیں کچھ نقصان کسی کی گمراہی سے نہ ہوگا اگر تم سیدھی راہ رہے۔ اللہ کی طرف تم سب کو لوٹنا ہے۔ سو وہ تمھیں جتلا دے گا جو کچھ تم کرتے رہے۔ (۱۰۵)

اے ایمان والو تمہارے درمیان (وصیت کے موقع کی) شہادت جبکہ موت تم میں سے کسی کو آ پہنچی ہو وصیت کے وقت، اس طرح ہو کہ دو معتبر آدمی تم میں سے، یا غیروں میں سے (سہی) شاہد بنیں جبکہ تم کہیں سفر میں ہو اور موت کی گھڑی آ پہنچے۔۔ روک لو ان دونوں کو تم نماز کے بعد (مسجد میں) پھر یہ قسم اللہ کی (اپنی شہادت پر) کھائیں اگر تمہیں شک ہو رہا ہو، کہ ہم کوئی فائدہ اس (قسم) سے نہیں لینا چاہتے اگر چہ کوئی قرابت والا ہی کیوں نہ ہو اور ہم نہیں گواہی اللہ کی چھپائیں گے، ہم بے شک گنہگار ایسا کرنے پر ہوں

گے (۱۰۶) پھر اگر ظاہر ہو جائے کہ انھوں نے گناہ کا ارتکاب کیا ہے تو دوسرے دو اُن کی جگہ پر کھڑے ہوں اُن لوگوں میں سے جن کے حق میں گناہ کے مرتکب ہوئے پہلے والے دو (۱) پھر قسم یہ دونوں کھائیں کہ ہماری شہادت صحیح تر ان (پہلے والوں) کی شہادت کے مقابلہ میں ہے اور ہم نے کوئی تجاوز نہیں کیا ہے۔ ورنہ پھر بیشک ہم پھر ظالم ہیں (۱۰۷) یہ طریقہ قریب تر اس بات سے ہے کہ لوگ ٹھیک ٹھیک گواہی (اللہ کے ڈر سے) دیں یا اس بات سے ڈریں کہ قسمیں کہیں لوٹادی جائیں اُن کی قسموں کے بعد۔ اور ڈرو اللہ سے اور سنو۔ اور اللہ نہیں ہدایت بخشتا ہے نافرمانوں کو (۱۰۸)

ربطِ کلام

ظاہری طور پر ان آیتوں، خاص طور پر شروع کی آیتوں، کا کوئی واضح ربط اگر چہ اوپر کے مضمون سے نظر نہ آتا ہو، تاہم ایک خفی لیکن نہایت لطیف ربط یہاں ہے۔ اوپر کی آیتوں میں احکام تھے اور بڑی شدّت ان کے حق میں تھی اور بجا طور پر تھی، کہ معاملہ بیت اللہ کے احترام کا (گویا خود اللہ کے احترام کا) تھا۔ اب یہاں جو کچھ فرمایا گیا اس میں بندوں کو اپنے حق میں تشدید مول لینے سے روکا جا رہا ہے، جو یہ احساس دلاتا ہے کہ اللہ کے یہاں شدّت برائے شدّت نہیں ہے۔ اسے تو یہ بھی پسند نہیں کہ بندے خود اپنی مول لی ہوئی مشقت میں پڑیں۔ چنانچہ پہلی آیت میں جو ایسی باتیں دریافت کرنے سے روکا گیا ہے جو گراں ہو سکتی ہیں ان کے بارے صحیح مسلم کی روایت ہے کہ اس کا موقع یہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ لوگو اللہ نے تم پر حج فرض کیا ہے پس حج کیا کرو (انّ اللّٰہ قد فرض علیکم الحجّ فحجّوا) اس پر ایک شخص نے پوچھ لیا کہ کیا ہر سال یا رسول اللہ؟ آپؐ اس پر خاموش رہے، اس نے پھر سوال دوہرایا۔ آپؐ تب بھی خاموش رہے۔ اس پر بھی اس نے نہیں سمجھا اور تبارہ پھر سوال۔ تب آپ نے ارشاد فرمایا: میں اگر ہاں کہہ دیتا تو ہر سال ہی کا حج فرض ہو جاتا اور تم کر نہ پاتے۔ پس میں جتنی بات کہہ دوں اسے لے لیا کرو مزید کھود کُرید نہ کیا کرو، تم سے پہلے کی بعض امتیں اسی کثرتِ سوال کے نتیجہ میں ہلاک ہو گئیں (کہ حکم مول لے لیا اور پھر نافرمانی در آئی۔)

آگے فرمایا: عفا اللہ عنہا (چلو اللہ نے درگزر کی) معلوم ہوا کہ ایسے سوالات صرف نادانی کی بات نہیں، ان میں بے ادبی اور اپنی حد سے بڑھنے کا پہلو ہے۔ کیونکہ یہ سوال کرنے والا گویا کہہ رہا ہے، گر چہ نادانی سے، کہ اللہ و رسول سے کچھ کوتاہی بیانِ حکم میں ہو گئی۔ لیکن بات تھی بس نادانی کی اس

لئے تنبیہ کے بعد فرمادیا کہ اچھا معاف کیا جاتا ہے۔

مشرکین کی خودساختہ شریعت

آگے ما جَعَلَ اللہُ مِنۡ بَحِیرَۃٍ وَّلا سائِبَۃٍ۔۔۔۔سے مشرکین کی کچھ خودساختہ دینی پابندیوں کی تردید فرمائی جارہی ہے، اس سے ایک تو اسی خواہ مخواہ کے مذکورہ تشدُّد کی مزید ہمت شکنی ہورہی ہے جس سے اوپر روکا گیا ہے۔ دوسری طرف، اوپر سے جو مضمون حلت وحرمت کا آرہا تھا، اور سورہ کا اہم ترین مضمون تھا، کہ یہ صرف اللہ کا اختیار ہے، اس کی بھی مزید تاکید اس تردید کے ذریعہ ہوتی ہے۔ یہ ''بحیرہ اور سائبہ ۔۔۔'' کی بات مشرکین عرب کی اس من گھڑت ''شریعت'' کا حوالہ ہے جس کا ذکر آگے آنے والی سورہ الانعام میں بہت تفصیل سے آتا ہے۔ مشرکوں کے دینِ شرک میں جیسے معبود خودساختہ ہوتے ہیں، ان کے حق میں عبدِیَت کے رسوم ومظاہر بھی خودتراشیدہ ہوتے ہیں۔ عرب کے مشرکین نے من جملہ ان من گھڑت باتوں کے اپنے جانوروں (اونٹ، گائے، بھیڑ، بکری) کے حوالہ سے کچھ باتیں اپنے اوپر عائد کرلی تھیں۔ یہ بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام انھیں کے عنوانات ہیں۔ ان الفاظ کی تشریح میں بہت اقوال ملتے ہیں۔ مگر تفصیل میں جانا غیر ضروری ہے، صرف ایک ایک قول یہاں (بحوالۂ روح المعانی) درج کیا جاتا ہے تاکہ ان عنوانات کا مفہوم اور اس مفہوم سے عنوانات کی مناسبت کا پتہ چل جائے۔

بحیرہ: بعض اقوال کے مطابق وہ اونٹنی جو ایک خاص تعداد میں بچے جن چکی ہوتی، اس کا کان چیر کر اسے ہر خدمت سے آزاد کردیا جاتا تھا۔ اور ہر چراہ گاہ اور ہر پانی گھاٹ اس کے لئے کھلا تھا۔ ''بحیرہ'' نام، کان چیرے جانے کی بنا پر ہوتا تھا۔

سائبہ: اس لفظ کے لغوی معنیٰ ''متروکہ'' اور ''مہملہ'' کے ہیں۔ ایک قول کے مطابق وہ ناقہ جو دس بچے جن چکتی تھی بتوں کے نام پر مہنت کے حوالہ کردی جاتی تھی اور اس کا دودھ صرف مسافروں کو پلایا جاسکتا تھا۔

وصیلہ: وہ بکری کہ نر جنے تو وہ ان کے معبود کا ہوجاتا تھا اور مادہ جنے تو ان کا۔ لیکن اگر بیک وقت نر مادہ دونوں جنے تو نر کی جاں بخشی ہوجاتی تھی، یہ معبودوں کے نام پر بھینٹ نہیں چڑھتا تھا۔ سونر اور مادہ کا جوڑا جننے کی وجہ سے یہ وصیلہ کہلائی جاتی کہ جوڑ کا مفہوم پایا جاتا ہے۔

حام: یہ حمی (بہ معنیٰ منع) سے ہے۔ وہ اونٹ جس کی پشت مزید باربرداری سے محفوظ ہوگئی۔ اس کی وجہیں مختلف اقوال میں مختلف ہیں۔ منجملہ ان کے یہ کہ اس کی پشت سے کئی نسلیں وجود میں آگئی ہوں۔ پس وہ کام دھام سے آزاد کردیا جاتا اور بحیرہ کی طرح ہر چراگاہ اور ہر پانی

سے استفادہ کا حق رکھتا تھا۔

خود ساختہ شریعت اور بے عقلی!

ان خرافات کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ اس سب کو اللہ سے کوئی تعلق نہیں، کافر لوگ اس کی نسبت اللہ کی طرف کر کے، کہ جیسے اس نے یہ حکم دئے ہوں، بس ایک جھوٹ اس کے نام لگاتے ہیں۔ اور اس کا باعث یہ ہے کہ سمجھ سے کام نہیں لیتے۔ (وَ اَکْثَرُهُمْ لَا یَعْقِلُوْن) چنانچہ جب ان سے کہا جائے کہ جب اللہ سے ان باتوں کا تعلق سمجھ رہے ہوتو اللہ کی کتاب اور اس کے رسول سے تو اس کی تصدیق کرو۔ تو جواب یہ ہوتا ہے کہ کچھ ضرورت نہیں، یہ تو ہمارے باپ دادا سے ہوتا آیا ہے۔ بھلا پھر کیسی تصدیق وَصدیق! فرمایا گیا: اچھا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ بھی دیکھنے کی ضرورت نہیں کہ باپ دادا کو صحیح علم بھی تھا اور واقعۃً وہ راہِ راست پر تھے؟ (اَوَ لَوْ کَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ شَیْئًا وَّلَا یَهْتَدُوْنَ) وہ کچھ جانتے ہوں نہ جانتے ہوں پیروی انہی کی کرنا ہے۔ اس آیت میں وَاِذَا قِیْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰی مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَی الرَّسُوْلِ کے الفاظ اس پہلو سے یاد رکھنے کی چیز ہیں کہ دینی معاملات میں اللہ کی کتاب کے ساتھ قولِ رسول کو بھی فیصلہ کن بتایا گیا ہے۔

ملتِ اسلامیہ کو آگاہی!

یہ شرک وہ بلا ہے کہ اہلِ جاہلیت ہی نہیں، پیغمبروں کی امتیں بھی اس سے محفوظ نہیں رہ پاتیں۔ ہم سے پہلے کے اہلِ کتاب کا حال قرآن میں تو جو ہے وہ ہے ہی، خود ان کی کتاب (بائبل) اس کے بیان سے بھری پڑی ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کو نہایت صاف اور سخت آگاہی اسی خطرہ کے ماتحت دی ہے کہ وہ سب کچھ تم کر کے رہو گے جو پہلے کر گئے ہیں (لَتَتَّبِعُنَّ سُنَنَ مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ شِبْرًا بِشِبْرٍ وَ ذِرَاعًا بِذِرَاعٍ۔ بخاری) چنانچہ مدت سے مشرکانہ رسوم کا خوب خوب چلن امت کے بڑے طبقہ میں ہو چکا ہے۔ پس ان مشرکانہ خرافات کی تردید کے بعد اہلِ ایمان کو آگاہی دی گئی ہے کہ وہ خود کو ان باتوں سے بچائے رکھنے کی فکر سے غافل نہ ہوں۔ (یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ ---) اور انھوں نے خود کو محفوظ رکھا تو کافر لوگوں کے سمجھائے نہ سمجھنے سے ان کا کچھ بگڑنا نہیں ہے۔ آخرت میں جب سب جمع ہو کر اللہ کے حضور پہنچیں گے تو وہاں دونوں کا انجام آمنے سامنے ہو گا۔ (اِلَی اللّٰهِ مَرْجِعُکُمْ جَمِیْعًا فَیُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ)

اس آیت سے بعض لوگوں نے یہ سمجھا کہ ہمیں دوسروں کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے جبکہ واقعہ میں ایسا نہ تھا، تو اس شبہ کا ایک جواب تو حضرت ابوبکر صدیقؓ سے منسوب ہے، جس میں آپ نے بتایا کہ یہ مطلب سمجھنا ان نصوصِ قرآن وحدیث کے خلاف ہے جن میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر (یعنی دوسروں کی فکر) کا حکم دیا گیا ہے۔ دوسرا ایک جواب حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے منقول ہے کہ اس مفہوم میں آیت اُس وقت کے لئے ہے جس کا احادیث میں حوالہ آتا ہے کہ فسادِ عقیدہ وعمل اس درجہ کو پہنچ جائے گا کہ آدمی کے لئے اپنی حفاظت کی راہ بھی بس یہ رہ جائے گی کہ دنیا سے کٹ کر دور چلا جائے۔ یعنی اس کے لئے اپنی ہی فکر کافی۔

ایک مالی نزاع اور اس کا خاص حل

اس کے بعد ارشاد ہو رہا ہے: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِيْنَ الْوَصِيَّةِ۔۔ سورۂ مائدہ شرعی احکام کے سلسلہ کی آخری سورہ ہے۔ احکام کا یہ سلسلہ اِس مذکورہ آیت سے شروع ہونے والے حکم پر تمام ہوتا ہے۔ اس کے بعد سورہ کی آیتیں بھی بس چند ہی باقی رہتی ہیں۔ یہ حکم ایک ایسے مالی نزاع کو فیصل کرنے کی راہ بتاتا ہے جس کا تعلق ایک میّت کی امانت سے ہے، جسے ناگہانی موت نے آلیا ہے اور ضرورت ہے کہ وہ کسی کو اپنے مال کا وصی (وارثوں کو پہنچانے کا ذمہ دار) بنائے۔ ایسی صورتِ حال کے لئے اوّلاً تجویز فرمایا گیا ہے کہ اس توصِیَت کے لئے دو معتبر قسم کے آدمی اپنوں میں سے ہونے مناسب ہیں، اِلّا یہ کہ حالتِ سفر ہے اور اپنے نہیں غیر لوگ (غیر مسلم) ہی میسر ہیں تو ان کو وصی بنا لینے میں بھی حرج نہیں۔ (یہاں یہ واضح رہنا چاہئے کہ آیت کا لفظ ''شہادت'' معروف معنیٰ کی گواہی کے معنیٰ میں نہیں، بلکہ وصی بنانے کے معنیٰ میں ہے، کہ یہ خود شہادت ہی کی ایک قسم ہے۔ آگے یہ بات مزید اس سے واضح ہو جائے گی کہ شاہد اور وصی الگ الگ نہیں ہیں)

الغرض یہ ایسا وقت ہے کہ وارث موجود نہیں ہیں۔ پس اب جب وہ وقت آتا ہے کہ اب یہ وصی لوگ (اَوصِیاء) وصیّت کا مال وارثوں کے سپرد کرتے ہیں تو ایسی صورت بھی پیش آسکتی ہے کہ وارثوں کو کسی بنیاد پر (جو بہر حال کوئی معقول بنیاد ہی ہونی چاہئے) شبہ ہوتا ہے کہ امانت پوری کی پوری نہیں پہنچائی جا رہی ہے، کچھ چھپایا جا رہا ہے۔ تو ایسی صورت میں کیا کیا جانا چاہئے؟ فرمایا کہ یہ دونوں وصی نماز کے بعد روک لئے جائیں اور وہاں مجمع میں کھڑے ہو کر قسم کے ساتھ بیان دیں کہ ہم کوئی دھوکہ فریب نہیں کر رہے اور اللہ

کے نام سے دیئے گئے اس بیان میں کچھ چھپا نہیں رہے۔اس پر بات ختم ہو جائے گی اور معاملہ فیصل (۲)۔

لیکن اس کے بعد ایک اور صورت بھی پیش آسکتی ہے، وہ بھی حل چاہتی ہے۔آگے اسی کے بیان میں دوسری آیت (فَاِنْ عُثِرَ عَلٰٓی اَنَّهُمَا اسْتَحَقَّآ اِثْمًا۔۔) آتی ہے۔یعنی اس کے بعد اگر ایسا ہوتا ہے کہ وارثوں کے شبہ کے مطابق چھپائی گئی چیز کہیں سامنے آجاتی ہے جس کے وجود ہی سے اوصیاء کو انکار تھا(جیسے کہ چوری کا مال کسی دوسرے کے پاس ہی سہی کبھی پکڑ میں آجاتا ہے)اور وارث قدرتی طور پر یہ مقدمہ اب پھر عدالت میں لاتے ہیں۔تو فرمایا گیا کہ اب یہ کرنا ہوگا کہ وہ لوگ، جن کا حق چرایا گیا ہے(یعنی ورثہ)ان سے کہا جائے گا کہ ان میں کے دو افراد مسجد میں بعد نماز، اسی طرح جیسے کہ اوصیاء کے ساتھ ہوا تھا، مجمع کے سامنے کھڑے ہوں اور قسم سے کہیں کہ ''ہمارا بیان ان دونوں کے بیان کے مقابلہ میں صحیح تر اور بالکل راست وحق ہے۔خواہ مخواہ کا دعویٰ اور حق سے تجاوز نہیں ہے، ورنہ ہم بلاشبہ ظالم ہیں۔''بس یہاں بیانِ حکم ختم ہوجاتا ہے۔جس کا مطلب ہوا کہ وارثوں کا دعویٰ ڈگری اور چیز ان کو مل جائے۔

اس حل میں خصوصیت کا پہلو!

بظاہر یہی بعد والی صورتِ حال وہ خاص چیز ہے جس کی بنا پر یہ مسئلہ بیان کرنے کی ضرورت پیش آئی۔یہاں وارث مدعی تھے مگر مسئلہ کی صورت ایسی تھی کہ ان سے گواہ کا مطالبہ نہیں کیا جاسکتا تھا۔اسی لئے تو اولِ وہلہ میں ان سے گواہ طلب کئے جانے کے بجائے اوصیاء سے قسم کا مطالبہ کرکے فیصلہ اسی پر رکھا گیا۔پس اب جبکہ اوصیاء کا جھوٹ کھل گیا تھا تو اُن کی قسم کی تو کوئی قیمت رہتی نہ تھی۔سو اب اس قسم کا حق مدعیان کی طرف منتقل کرکے اُسے گواہی کا قائم مقام کردیا جاتا ہے(بظاہر اسی کے لئے آگے آیا ہے: اَنْ تُرَدَّ اَيْمَانٌۢ بَعْدَ اَيْمَانِهِمْ)اور فیصلہ ان کی قسم پر ہوجاتا ہے جیسے کہ پہلی بار میں فیصلہ منکرین(اوصیاء)کی قسم پر اُن کے حق میں ہوگیا تھا۔

مزید ایک اور چیز یہاں مدعیان کے پہلو کو مضبوط کررہی تھی، کہ جس شئ کو انھوں نے غائب بتایا تھا وہ سامنے آگئی تھی۔اس لئے گویا یہ ایک گواہی بھی ایک قسم کے ساتھ جمع ہوگئی تھی۔آخر میں اس خاص طریقِ کار کی حکمت کے بارے میں ارشاد ہوا: ''ذٰلِکَ اَدْنٰٓی اَنْ۔۔۔۔''یعنی اس صورت سے بہت امید کی جاسکتی ہے کہ وصی لوگ شروع ہی میں ٹھیک ٹھیک بیان دیں، اور اللہ کا ڈر نہ بھی کام کرے، جو اللہ کی قسم اور مسجد کے ماحول کا تقاضہ تھا، تو اسی بات سے ڈریں کہ جھوٹی قسم کھائی تو قسم اُلٹ کر ورثہ کی طرف چلی جائے گی اور ایک

مجمع کے سامنے ہم جھوٹے اور وہ سچے ٹھریں گے۔

چند ضروری وضاحتیں

یہاں وہ چند وضاحتیں بھی ضروری ہیں کہ سامنے رہیں۔اول یہ کہ وصیت تو بے شک بہت ضروری چیز ہے، حدیث میں اس کی تاکید آتی ہے اور موت کے وقت کا انتظار اس کے لئے نہیں کیا جانا چاہئے لیکن وصی بنانا لازم نہیں ہے۔ یہ آدمی کے احساسِ ضرورت پر ہے، جیسا کہ اربابِ فقہ تصریح فرماتے ہیں۔دوم یہ کہ جب سرے سے ضروری ہی نہیں تو دو کا عدد کیوں کر ضروری ہوگا، بلکہ صرف بہتر ہے، کیونکہ اس میں تحفظ زیادہ ہے۔اسی طرح بہتر تو یہی ہے کہ وصی ثقہ قسم کے ہوں، لیکن جب غیر مسلموں سے بھی بدرجہ مجبوری یہ کام لے لینے کی اجازت دی جارہی ہے تو غیر ثقہ مسلمان بدرجۂ اولیٰ حق دار ہوا۔ نیز یہ بیانِ حکم تو خود ظاہر کررہا ہے کہ اس کی ضرورت پیش آئی ہی ایسی ممکنہ صورتِ حال کی وجہ سے جس میں وصی کا کردار ایسا مشکوک ہوجائے کہ مجمع میں کھڑا کر کے حلف دلانا پڑے۔ یہ ظاہر ہے کہ کسی ثقہ کا قصہ نہیں ہوسکتا۔

آیت کے خاتمہ پر ارشاد ہے: وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاسْمَعُوْا ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ (ڈرو اور سنو اور (یاد رکھو کہ) اللہ نافرمانوں کو اپنی ہدایت بخشی سے محروم کردیتا ہے۔ یہ تنبیہ اور یاد دہانی پوری سورہ کے مضامین کو حاوی سمجھی جانی چاہئے، یہی خوفِ خدا اور اطاعت پر کمر بستگی ایمان کی جان ہے۔

☆☆☆

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

روزہ

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ كُتِبَ عَلَيْكُمُ ٱلصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى ٱلَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿١٨٣﴾
(سورۂ بقرہ)

اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے جیسا کہ ان لوگوں پر فرض کئے گئے تھے جو تم سے قبل ہوئے ہیں، عجب نہیں کہ تم متقی بن جاؤ۔

نہ حیوان نہ فرشتے

انسان حیوان اور فرشتوں کی درمیانی مخلوق ہے، اس میں ان دونوں متضاد جنسوں کے طبائع بہت لطیف اور نازک طریقہ پر ودیعت کئے گئے ہیں، وہ ملکوتی صفات اور حیوانی خصوصیات کا عجیب وغریب مجموعہ ہے، جس منصب کے لئے وہ نامزد کیا گیا ہے، اور جن مقاصد کی تکمیل خدا کی طرف سے اس کے سپرد کی گئی ہے، اور اس میں اس کی استعداد اور صلاحیت بھی پیدا کی گئی ہے، اس کے لئے نہ فرشتے موزوں ہیں نہ جانور، یہ خلافت، امانت، اور عبادت کا منصب جلیل ہے جس کو قرآن مجید میں اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَٰٓئِكَةِ إِنِّى جَاعِلٌ فِى ٱلْأَرْضِ خَلِيفَةً ۖ قَالُوٓا۟ أَتَجْعَلُ فِيهَا مَن يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ ٱلدِّمَآءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ۖ قَالَ إِنِّىٓ أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿٣٠﴾

اور (وہ وقت یاد کرو) جب تیرے پروردگار نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں اپنا نائب بنانا چاہتا ہوں وہ بولے کیا تو اس میں ایسوں کو بنائے گا جو اس میں فساد برپا کرے گا اور خون بہائے گا، درآنحالیکہ ہم تیرے حمد کی تسبیح کرتے رہتے ہیں، اور تیری پاکی پکارتے رہتے ہیں؟ (اللہ) نے فرمایا یقیناً میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔

دوسری جگہ آتا ہے:۔

اِنَّا عَرَضۡنَا الۡاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَالۡجِبَالِ فَاَبَيۡنَ اَنۡ يَّحۡمِلۡنَهَا وَاَشۡفَقۡنَ مِنۡهَا وَحَمَلَهَا الۡاِنۡسَانُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوۡمًا جَهُوۡلًا

(سورہ احزاب-۷۲)

ہم نے (یہ) امانت آسمانوں، پہاڑوں اور زمینوں پر پیش کی، سو ان سب نے انکار کیا اس سے کہ اس کو اٹھائیں اور وہ اس سے ڈرے، اور اسے انسان نے اپنے ذمے لے لی ابیشک وہ بڑا ظالم ہے، بڑا جاہل ہے۔

وَمَا خَلَقۡتُ الۡجِنَّ وَالۡاِنۡسَ اِلَّا لِيَعۡبُدُوۡنِ ﴿۵۶﴾ مَاۤ اُرِيۡدُ مِنۡهُمۡ مِّنۡ رِّزۡقٍ وَّمَاۤ اُرِيۡدُ اَنۡ يُّطۡعِمُوۡنِ ﴿۵۷﴾

(سورہ ذاریات)

اور میں نے تو جنات اور انسان کو پیدا ہی اسی غرض سے کیا کہ میری عبادت کیا کریں، میں ان سے نہ روزی چاہتا ہوں اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ مجھے کھلایا کریں۔

خلافت کے تقاضے اور اس کے لوازمات

منصب خلافت نہ صرف اس ہستی سے جس کی خلافت کا فرض اس کے سپرد کیا جا رہا ہے بہت مناسبت چاہتا ہے بلکہ اس جگہ سے بھی اس کو مناسبت ہونی چاہئے جہاں رہ کر اس کو یہ فرض انجام دینا ہے، اس مخلوق سے بھی اس کو پوری مناسبت ہونی چاہئے جس کی ذمے داری اور نگرانی اور حکومت و تولیت اس کے ذمے ہے، چنانچہ پہلی چیز سے اس نے اس اخلاق کا پرتو اور ان صفات عالیہ کا عکس قبول کیا جن کو ہم پاکی اور بلندی، بے نیازی و استغنا، رحم و کرم، ہمدردی و شفقت، صبر حلم، قوت و قہر، صفائی و پاکیزگی، اور امن و سلامتی سے تعبیر کر سکتے ہیں، اس کی دلیل یہ ہے کہ اپنی طویل تاریخ کے ہر دور میں اس نے ان اخلاق فاضلہ میں ہمیشہ بڑی عزت اور لذت محسوس کی، اور ان کے حاملین کو عزت کی نگاہ سے دیکھا اور اگر کبھی اس کی ہمت اس سے قاصر رہی اور وہ خود ان صفات سے آراستہ نہ ہو سکا تو اس نے دوسروں کو (جو ان صفات کے حامل تھے) عظمت و محبت کے ساتھ اپنے سر پر بٹھایا اور انکو خوش نصیب اور کامیاب و بامراد سمجھا۔

دوسری چیز سے بھی اس نے اس کے خواص و طبائع اخذ کئے، اور اس کے کمزور پہلوؤں میں شرکت محض اس لئے گوارہ کی کہ وہ اپنے دکھ درد میں اس کو شریک سمجھ سکے، زمین کے خزانوں، دفینوں اور سر چشموں اور دنیا کی نعمتوں اور پاک چیزوں سے فائدہ اٹھا سکے، اور ان کو صحیح محل میں صرف کر سکے، مثال کے طور پر کھانے پینے کی خواہش، جنسی جذبہ، بھوک پیاس، راحت طلبی، جدت پسندی، صنعت و حرفت، اور ماکولات و مشروبات میں وسعت و تنوع اس کی سرشت میں داخل ہے۔

روح وجسم کی باہمی کشمکش اوران کے متضاد میلانات

اس لحاظ سے وہ روح اور جسم دونوں کا مجموعہ ہے، روح اس کو اپنے اصل منبع اور سرچشمے کی طرف کھینچتی ہے، اس کو اس کا منصب، مرکز، مقصد اور فریضہ یاد دلاتی ہے، اس کے سامنے وہ روزن کھولتی ہے جس سے وہ اس نئے عالم کی وسعت و بلندی اور لطافت و جمال کا مشاہدہ کر سکے، وہ اس کے دل میں اس کا شوق پیدا کرتی اور اس کا حوصلہ بڑھاتی ہے، کثیف اور ثقیل مادیت کے خلاف بغاوت پر اور اس قفس زریں سے رہائی پر اکساتی ہے، اوران لامحدود وسعتوں میں پرواز پر آمادہ کرتی ہے جو مادیت کی ان بستیوں سے کوئی علاقہ نہیں رکھتیں، وہ انسان کو اس بات کی دعوت دیتی ہے کہ وہ کبھی کبھی (خواہ سال میں ایک ہی مرتبہ ہو) خورد ونوش اور حاجت و عادت کے اس بندھے ٹکے نظام سے آزاد ہو کر زندگی کے چند لمحے گزارے، اسباب رزق کی فراوانی کے باوجود بھوک اور پیاس کا مزہ چکھے اور اس میں وہ لذت محسوس کرے جو انواع و اقسام کے لذیذ ترین کھانوں میں بھی محسوس نہیں ہوتی، وہ اس مختصر وقفے کو جو فراغِ خاطر، سکون قلب، صفاء نفس، معدہ کی سبکساری و لطافت، روح کی بالیدگی، خواہشات نفسانی سے آزادی، اور زندگی کے خشک، فرسودہ، یکساں اور بے رنگ نظام سے تھوڑے عرصے کے لئے علیحدگی میں گذارتا ہے، زندگی کی اصل قیمت اور نفس کی تازگی، سبک روحی، اور مسرت وانبساط کا بہترین وقت قرار دیتی ہے، اور اس کے لئے اس طرح بے قرار رہتی ہے جس طرح کوئی پرندہ دن بھر کے سفر کے بعد شام کو اپنے اشیانہ کے لئے بے قرار ہوتا ہے یا مچھلی پانی کے لئے، یہ سب اسی روح کا کرشمہ ہے جو عالم غیب اور عالم اقدس سے اس کی طرف منتقل ہوئی ہے۔

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ۭ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ　(سورۂ بنی اسرائیل-۸۵)	اور آپ سے یہ روح کی بابت پوچھتے ہیں آپ کہہ دیجئے کہ روح میرے پروردگار کی کے حکم سے (ہی) ہے

دوسری طرف جسم بھی اس کو اپنے اصل مرکز کی طرف کھینچتا ہے، یہ مرکز زمین ہے، جو اپنے ساتھ ہر قسم کی کثافت اور پستی رکھتی ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿٢٦﴾	اور بالیقین ہم نے انسان کولیس دار گارے کی کھنکھناتی مٹی سے پیدا کیا۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:۔

فَاسْتَفْتِهِمْ اَهُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمْ مَّنْ خَلَقْنَا ؕ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ ﴿۱۱﴾

تو آپ ان سے پوچھئے کہ خلقت میں یہ لوگ زیادہ مضبوط ہیں وہ جنہیں ہم نے پیدا کیا۔ ہم نے ان لوگوں کو چپکتی ہوئی مٹی سے پیدا کیا

ایک اور جگہ آیا ہے:۔

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ﴿۱۴﴾

اس نے انسان کو پیدا کیا (ایسی) مٹی سے جو ٹھیکرے کی طرح بجتی تھی۔

جب روح کی گرفت انسان پر کمزور پڑ جاتی ہے، اور اس کے اثرات کم ہونے لگتے ہیں یا زائل ہوجاتے ہیں، اور زمام اقتدار جسم کے ہاتھوں میں آجاتی ہے تو پھر انسان خواہش نفس اور لذت پسندی کے دھارے میں بالکل بے قابو ہوکر بہنے لگتا ہے، وہ آوارہ مویشیوں کی طرح ہر جگہ منہ مارتا ہے، اس کو کھانے پینے اور خواہشات نفس پورا کرنے کا جنون ہوجاتا ہے، وہ اس میں بڑے تکلف، اختراع اور باریک بینی سے کام لیتا ہے، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ اپنی ساری ترقی ودانائی کے باوجود اور علم اور مادی خوش حالی کی اس بلند ترین سطح پر ہوتے ہوئے بھی کولہو کے بیل اور زمین جوتنے والے جانور کی طرح ہوجاتا ہے، اور اس کا دائرۂ عمل صرف دو چیزوں کے درمیان محدود رہتا ہے، کھانے کے کمرے (ڈائننگ ہال) اور بیت الخلاء[۱]، وہ ان دونوں کے سوا کسی اور ''**مبدأ و معاد**'' سے ناواقف اور ''**طواف**'' کے سوا کسی اور طواف وسعی سے ناآشنا رہتا ہے، کھانے پینے کی خواہش کے سوا اس میں ہر چیز کی خواہش مرجاتی ہے، اور آرام طلبی اور عیش پرستی کی حس کے سوا ہر حس کند ہوجاتی ہے، اس کی تمام فکریں صرف ایک فکر میں ڈھل جاتی ہیں، وہ صرف اس لئے کماتا ہے تاکہ زیادہ سے زیادہ کھا سکے اور اس لئے کھاتا ہے تاکہ زیادہ سے زیادہ کما سکے، قرآن مجید نے انسانوں کے اس طبقے یا ''**انسان نما**'' جانوروں کے اس ریوڑ کی جو معجزانہ تصویر کھینچی ہے اس سے سچی تصویر اور نہیں ہوسکتی، وہ کہتا ہے:۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَتَمَتَّعُوْنَ وَيَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ﴿۱۲﴾

اور جو کافر ہیں وہ عیش کر رہے ہیں اور کھا (پی) رہے ہیں جس طرح چوپائے کھاتے (پیتے) ہیں آگ ہی ان کا ٹھکانا ہے

دراصل یہ جسم کا مزاج اور خاصیت ہے، جو روحانیت اور نبوت کی روشنی سے محروم ہے، ہوائے نفس

---

[۱] یہ تمثیل مولانا عبدالباری صاحب ندوی کے ایک مضمون سے ماخوذ ہے۔

کا پرستار اور اپنے مرکز اصل کی طرف مائل ہے اور خود بخود پستی کی طرف بڑھتا اور زمین پر گرتا ہے۔

انسانی زندگی اور مذاہب واخلاق کی تاریخ میں اس کشمکش کے تأثرات

انسان کی مذہبی اور اخلاقی تاریخ دراصل اسی کشمکش کی کہانی ہے، چنانچہ جب کبھی اس کی پہلی طبیعت غالب آئی اور اس کو اقتدار حاصل ہوا تو اس نے رہبانیت کی داغ بیل ڈالی، اور زندگی میں مبالغہ کی حد تک تقشّف، مباحات وطیبات سے انکار، اور نفس پر ظلم کا راستہ اختیار کیا، اور جسم کو اذیت پہونچانے اور نفس کو فقر وفاقہ میں مبتلا کرنے کو عین شہادت قرار دیا، اس نے رات رات بھر جاگنا شروع کیا اور آبادیوں کو چھوڑ کر جنگلوں کی راہ لی، قرون وسطی کے یورپ میں عیسائی راہبوں کے واقعات جو سب کو معلوم ہیں [۱]، دراصل اسی جذبہ کے آئینہ دار ہیں۔

وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ إِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا (سورۂ حدید-۲۷)	اور رہبانیت کو انہوں نے خود ایجاد کرلیا ہم نے ان پر واجب نہیں کیا تھا، انہیں نے اللہ کی رضا مندی کی خاطر (اسے اختیار کرلیا تھا) سو انہوں نے اس کی پوری رعایت نہ کی۔

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انسان کا جسم اور عقل دونوں کمزور ہوگئے، خاندانوں کا شیرازہ منتشر ہوگیا اور انسانی سوسائٹی سخت خطرے سے دو چار ہوگئی۔ انسان اس منصب خلافت سے کنارہ کش ہوگیا جس کی ذمے داری اللہ تعالی نے اس پر ڈالی تھی، اس نے جدوجہد اور ذمے داری کے میدان کو چھوڑ کر فرشتوں کو اپنا آئڈیل بنالیا اور ان کا محسود اور مسجود بننے کے بجائے خود ان پر رشک وحسد کرنے لگا۔

کبھی اس میں حیوانی صفات اور ارضی وجسمانی رجحانات کا ایسا غلبہ ہوا کہ وہ عقل وشریعت کی ہر بندش اور اخلاق وروحانیت کی ہر گرفت اور بالا دستی سے آزاد ہوکر مادہ اور معدے کے تیز دھارے میں بہنے لگا اور اپنی جسمانی اور نفسانی خواہشات اور مادّی تقاضوں کی تسکین اور تکمیل کے لئے ہر کام کرنے پر تیار ہو گیا، اور اس کے لئے اس نے کسی حد، مقدار اور نصاب کی رعایت بھی ملحوظ نہ رکھی اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس کے روح اور دل کی انگیٹھیاں بالکل سرد ہوگئیں، عقل اور ضمیر سکڑتے گئے، اور معدہ نے اتنا طول وعرض اختیار کر لیا کہ بعض وقت پورے پورے خاندان کی غذا اور خوراک ایک انسان کی ہوس ''نائے ونوش'' کے لئے

---

[۱] اس کی تفصیل کے لئے ''لیکی کی کتاب (HISTORY OF EUROPEAN MORALS BY W.E.H LECKY) یا مصنف کی کتاب ''انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر'' باب پنجم، عنوان ''جنون رہبانیت'' ملاحظہ ہو۔

ناکافی ثابت ہونے لگی، اس کے جسم میں ایک ایسا مصنوعی اور خیالی معدہ اور ایک ایسی جوع البقر پیدا ہوگئی جو کھانے کی بڑی سے بڑی مقدار اور غلے کے وافر ذخیروں سے بھی نہ بجھتی تھی، اس کے نتیجے میں قدرتی طور پر ایسے مظالم اور جرائم وجود میں آئے جنہوں انسان کو ایک بے رحم اور پھاڑ کھانے والا درندہ بنا دیا، جو نہ صرف اپنے بنی نوع انسان بلکہ خود اپنے خاندان کے افراد کو پھاڑ کھاتا اور نگل لیتا ہے تاریخ کی یہ ساری جنگیں اور مہم جوئیاں (جہاد کو مستثنیٰ کر کے جو خالص دینی مقاصد کے لئے کیا جاتا ہے) اور اصل اسی شخصی انانیت، یا جماعتی عصبیت، حرص و طمع، توسیع پسندانہ جذبات، اقتدار کی ہوس اور طاقت کے جنون کا مظہر ہیں۔

انسان کے مقصد زندگی کی تکمیل اور اعلیٰ اخلاقی قدروں کی تشکیل کے لئے نبوت کی چارہ سازی

نبوت نے تاریخ انسانی کے مختلف وقفوں اور کرۂ ارض کے مختلف حصوں میں اس انسانیت کی چارہ سازی کی، جو انتہا پسندانہ مادّیت اور حیوانی بغاوت کی زد میں آکر ہلاکت سے قریب ہو چکی تھی، اس نے اخلاق و روحانیت، لطیف احساسات، اور نفس کے بارے میں اور مادیت کے کچلے ہوئے مفلوج اور نیم جاں دل کو معدہ کی قساوت اور خواہشات کی آلودگی سے پاک و صاف کیا، اور اس کو اس مقصد زندگی کی تکمیل کے لئے نئے سرے سے تیار کیا، جس کو ''**عبادت**'' کہا جاتا ہے اس کو اس کمال انسانی سے آراستہ کیا جس کو ''**ولایت**'' کہا گیا ہے، اور اس منصب اور اس مشن کی تکمیل کے قابل بنایا جس کی خاطر اس کو دنیا میں اتارا گیا ہے اور جس کو ''**خلافت**'' سے تعبیر کیا گیا ہے۔

یہ وہ کام ہے جو نہ تنہا فرشتوں والی روحانیت سے انجام پا سکتا تھا نہ بہائم والی مادیت سے، اس کے لئے ہر سال ایسے روزہ کا انتظام کیا گیا جو معدہ پرستانہ مادیت میں کسی قدر تخفیف کر سکے، زندگی کے کھوئے ہوئے نشاط تازگی اور قوت کو دوبارہ واپس لا سکے، اور اس کے اندر ایمان اور روحانیت کی اتنی مقدار داخل کر سکے جس کے ذریعہ زندگی کے اعتدال اور توازن کو برقرار رکھنا ممکن ہو، نفس کی ترغیبات کا مقابلہ اور پرخوری کے مفاسد کا سد باب ہو سکے، انسان کچھ وقفہ کے لئے اپنے اندر اخلاق الٰہی کا کسی قدر عکس اتار سکے اور اس میں کچھ حصہ پا کر سرفراز و سرخرو ہو سکے، ملائکہ اور ملاءِ اعلیٰ سے اس کو نسبت حاصل ہو، روح اور قلب کی پرفضا وسعتوں اور آسمان و زمین کی سلطنتیں اس کی جولان گاہ ہوں اور اس کو وہ نئی لذت حاصل ہو جو انواع و اقسام کے کھانوں یا ہر وقت کھاتے رہنے اور آخری حد تک پیٹ بھر لینے کی لذت سے بہت بلند، لطیف، حقیقی اور دائمی ہے۔

روزہ کے مقاصد اور زندگی پر اس کے اثرات

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مخصوص انداز میں اس حقیقت پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے:۔

''روزہ کا مقصد یہ ہے کہ آدمی اخلاق الٰہیہ میں سے ایک اخلاق کا پرتو اپنے اندر پیدا کرے جس کو ''**صمدیت**'' کہتے ہیں، وہ امکانی حد تک فرشتوں کی تقلید کرتے ہوئے خواہشات سے دست کش ہوجائے، اس لئے کہ فرشتے بھی خواہشات سے پاک ہیں، اور انسان کا مرتبہ بھی بہائم سے بلند ہے، نیز خواہشات کے مقابلے کے لئے اس کو عقل وتمیز کی روشنی عطا کی گئی ہے، البتہ وہ فرشتوں سے اس لحاظ سے کم تر ہے کہ خواہشات اکثر اس پر غلبہ پالیتی ہیں، اور اس کو ان سے آزاد ہونے کے لئے سخت مجاہدہ کرنا پڑتا ہے چنانچہ جب وہ اپنی خواہشات کی رو میں بہنے لگتا ہے تو اسفل سافلین تک جا پہونچتا ہے، اور جانوروں کے ریوڑ سے جاملتا ہے اور جب اپنی خواہشات پر غالب آتا ہے تو اعلی علیین اور فرشتوں کے افاق تک پہونچ جاتا ہے [۱]''۔

علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کی مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

''روزہ سے مقصود یہ ہے کہ نفس انسانی خواہشات اور عادتوں کے شکنجہ سے آزاد ہوسکے، اس کی شہوانی قوتوں میں اعتدال اور توازن پیدا ہو اور اس ذریعہ سے وہ سعادت ابدی کے گوہر مقصود تک رسائی حاصل کرسکے اور حیات ابدی کے اصول کے لئے اپنے نفس کا تزکیہ کرسکے، بھوک اور پیاس سے اس کی ہوس کی تیزی اور شہوت کی حدت میں تخفیف پیدا ہو اور یہ بات یاد آئے کہ کتنے مسکین ہیں جو نان شبینہ کے محتاج ہیں، وہ شیطان کے راستوں کو اس پر تنگ کردے، اور اعضا و جوارح کو ان چیزوں کی طرف مائل ہونے سے روک دے جن میں اس کی دنیا و آخرت دونوں کا نقصان ہے، اس لحاظ سے یہ اہل تقوی کی لگام، مجاہدین کی ڈھال، اور ابرار و مقربین کی ریاضت ہے [۲]''۔

علامہ موصوف روزہ کے اغراض و مقاصد پر نہایت بلاغت کے ساتھ روشنی ڈالتے ہوئے مزید لکھتے ہیں:۔

روزہ جوارح ظاہری اور قوائے باطنی کی حفاظت میں بڑی تاثیر رکھتا ہے، فاسد مادہ کے جمع ہوجانے سے انسان میں جو خرابیاں پیدا ہوجاتی ہیں، اس سے وہ اس کی حفاظت کرتا ہے، جو چیزیں مانع صحت ہیں ان کو خارج کردیتا ہے اور اعضا و جوارح میں جو خرابیاں ہوا و ہوس کے نتیجہ میں ظاہر ہوتی رہتی ہیں، وہ اس سے دفع ہوتی ہیں، وہ صحت کے لئے مفید اور تقوی کی زندگی

---

[۱] احیاء العلوم ج ۱ صفحہ ۲۱۲ [۲] زاد المعاد ج ۱ صفحہ ۱۵۲

اختیار کرنے میں بہت ممد و معاون ہے۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴿۱۸۳﴾ (سورۂ بقرہ)	اے ایمان والو! تم پر روزہ فرض کئے گئے جیسا کہ ان لوگوں پر فرض کئے گئے تھے جو تم سے قبل ہوئے ہیں، عجب نہیں کہ تم متقی بن جاؤ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔

الصوم جنه	روزہ ڈھال ہے

''چنانچہ ایسے شخص کو جو نکاح کا خواہشمند ہو اور استطاعت نہ رکھتا ہو روزہ رکھنے کی ہدایت دی گئی ہے، اور اس کو اس کا ترقان قرار دیا گیا ہے مقصود یہ ہے کہ روزہ کے مصالح اور فوائد چونکہ عقل سلیم اور فطرت صحیحہ کی رو سے مسلم تھے، اس لئے اس کو اللہ تعالے نے اپنے بندوں کی حفاظت کی خاطر محض اپنی رحمت اور احسان سے فرض کیا ہے [۱]''۔

اس سلسلۂ کلام میں آگے ایک جگہ لکھتے ہیں:۔

''چونکہ قلب کی اصلاح اور استقامت حلال سلوک الی اللہ اور جمعیت باطنی پر منحصر ہے ، اور اللہ تعالی کی طرف بالکلیہ توجہ و انابت پر اس کا دارومدار ہے، اس لئے پراگندہ خاطری اس کے حق میں سخت مضر ہے، کھانے پینے کی زائد مقدار، لوگوں سے زیادہ میل جول، ضرورت سے زیادہ گفتگو وہ چیزیں ہیں جن سے جمعیت باطنی میں فرق آتا ہے، اور انسان اللہ تعالی سے منقطع ہو کر مختلف راستوں پر بھٹکنے لگتا ہے بعض وقت محض اسی وجہ سے اس کی راہ کھوٹی ہوتی ہے، ان سب باتوں کی وجہ سے اللہ تعالی کی رحمت اس کی مقتضی تھی کہ اپنے بندوں پر روزہ فرض کرے اور اس کے ذریعہ کھانوں کی زائد مقدار اور خواہشات کے فضلہ کا ازالہ و تنقیہ ہو سکے جس کی وجہ سے آدمی وصول الی اللہ سے محروم رہتا ہے، وہ اس سے دنیا و آخرت دونوں جگہ فائدہ اٹھا سکے، اور اس کی عارضی اور مستقل کسی مصلحت کو نقصان نہ پہونچے [۲]''۔

رمضان کو روزہ کے ساتھ مخصوص کیوں کیا گیا

اللہ تعالی نے روزے رمضان میں فرض کئے ہیں، اور دونوں کو ایک دوسرے کے ساتھ لازم و ملزوم قرار دیا ہے، اور حقیقت یہ ہے کہ ان دو برکتوں اور سعادتوں کا اجماع بڑی حکمت اور اہمیت کا حامل ہے

---

[۱] زادالمعاد ج ۱ صفحہ ۱۵۲ [۲] زادالمعاد ج ۱ صفحہ ۱۶۸

اور اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ رمضان ہی وہ مہینہ ہے جس میں قرآن مجید نازل ہوا اور گم کردہ راہ انسانیت کو ''صبح صادق'' نصیب ہوئی، اس لئے یہ عین مناسب تھا کہ جسطرح طلوع صبح صادق روزہ کے اغاز کے ساتھ مربوط کردی گئی ہے، اسی طرح طویل اور تاریک رات کے بعد جس مہینے میں پوری انسانیت کی صبح ہوئی اُس کو پورے مہینے کے روزوں کے ساتھ مخصوص کردیا جائے خاص طور پر اس وقت جبکہ اپنی رحمت و برکت، روحانیت اور نسبت باطنی کے لحاظ سے بھی یہ مہینہ تمام مہینوں سے افضل تھا اور بجا طور پر اس کا مستحق تھا کہ اس کے دنوں کو روزوں سے اور راتوں کو عبادت سے آراستہ کیا جائے ۱۔

روزہ اور قرآن کے درمیان بہت گہرا تعلق اور خصوصی مناسبت ہے، اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان المبارک میں قرآن مجید کا زیادہ سے زیادہ اہتمام فرماتے تھے، ابن عباس راوی ہیں کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ سخی تھے لیکن رمضان المبارک میں جبریلؑ آپ سے ملنے آتے اس زمانہ میں سخاوت کا معمول اور بڑھ جاتا، جبریلؑ رمضان کی ہر رات میں آپ کے پاس آتے اور قرآن مجید کا دور کرتے، اس وقت جب جبریلؑ آپ سے ملتے تو آپ سخاوت، دادودہش اور نیکی کے کاموں میں تیز ہوا سے بھی تیز نظر آتے تھے ۲''۔

حضرت مجدد الف ثانی اپنے مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:۔

> اس مہینہ کو قرآن مجید کے ساتھ بہت خاص مناسبت ہے، اور اسی مناسبت کی وجہ سے قرآن مجید اسی مہینہ میں نازل کیا گیا، یہ مہینہ ہر قسم کی خیر و برکت کا جامع ہے، آدمی کو سال بھر میں مجموعی طور پر جتنی برکتیں حاص ہوتی ہیں، وہ مہینہ کے سامنے اس طرح ہیں جس طرح سمندر کے سامنے قطرہ، اس مہینہ میں جمعیت باطنی کا حصول، پورے سال جمعیت باطنی کے لئے کافی ہوتا ہے، اور اس میں انتشار اور پریشان خاطری بقیہ تمام دنوں بلکہ پورے سال کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے، قابل مبارک باد ہیں وہ لوگ جن سے یہ مہینہ راضی ہوکر گیا اور ناکام اور بدنصیب ہیں وہ لوگ جو اس کو ناراض کر کے ہر قسم کے خیر و برکت سے محروم ہوگئے ۳''۔

ایک دوسرے مکتوب میں فرماتے ہیں:۔

---

۱ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب لکھتے ہیں کہ ''کسی اور مہینہ کی تعیین ہونا ہی تھی تو اس کے لئے اس مہینہ سے بہتر کوئی مہینہ نہ تھا جس میں قرآن مجید نازل ہوا، ملت مصطفوی کی بنیاد مستحکم ہوئی، مزید براں یہ کہ شب قدر کا امکان بھی زیادہ تر اسی مہینہ میں ہے (حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ صفحہ ۳۷) ۲ متفق علیہ ۳ مکتوبات امام ربانیؒ ج ا صفحہ ۸

''اگر اس مہینہ میں کسی آدمی کو اعمال صالحہ کی توفیق مل جائے تو پورے سال یہ توفیق اس کے شامل حال رہے گی، اور یہ مہینہ بے دلی، فکر و تردد اور انتشار کے ساتھ گذرے تو پورا سال اسی حال میں گذرنے کا اندیشہ ہے ۱؎''۔

حضرت ابو ہریرہؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ''جب رمضان آتا ہے تو جنت کے دروازہ کھول دئے جاتے ہیں جہنم کے دروازے بند کردئے جاتے ہیں، اور شیاطین کو پابہ زنجیر کردیا جاتا ہے'' اس سلسلہ کی احادیث بکثرت وارد ہوئی ہیں۔

عبادات کا عالمی موسم اور اعمال صالحہ کا جشن عام

ان تمام چیزوں نے رمضان المبارک کو عبادت، ذکر، تلاوت، اور زہد و تقوی کا ایک ایسا عالمی موسم اور جشن عام کا زمانہ بنا دیا ہے جسمیں مشرق و مغرب کے تمام مسلمان، عالم و جاہل، امیر و فقیر، کم ہمت اور عالی حوصلہ ہر قسم اور ہر گروہ کے لوگ ایک دوسرے کے شریک و رفیق اور ہمدم و دم ساز نظر آتے ہیں، یہ رمضان ایک ہی وقت میں ہر شہر، ہر گاؤں اور ہر دیہات میں ہوتا ہے، امیر کے محل اور غریب کی جھونپڑی دونوں میں اس کا جلوہ نظر آتا ہے، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ نہ کوئی شخص خودسری اور خودرائی کرتا ہے، نہ روزہ کے لئے دونوں کے انتخاب میں کوئی انتشار اور جھگڑا پیدا ہوتا ہے، ہر وہ شخص جس کو اللہ تعالی نے دو آنکھیں عطا کی ہیں، عالم اسلام کے وسیع و عریض رقبہ میں ہر جگہ اس کے جمال و جلال کا مشاہدہ خود کرسکتا ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پورے اسلامی معاشرہ پر نورانیت اور سکینت کا ایک وسیع شامیانہ سایہ فگن ہے، جو لوگ روزہ کے معاملہ میں ذرا سست اور کاہل ہیں، وہ بھی عامۃ المسلمین سے علیحدگی کے ڈر سے روزہ رکھنے پر مجبور ہوتے ہیں، اور اگر کسی وجہ سے روزہ نہیں رکھتے تو چھپ کر اور شرم کے ساتھ کھاتے ہیں، سوائے چند ملحد اور فساق کے جن کو اعلانیہ بھی اس بے شرمی میں کوئی عار نہیں ہوتا، یا ان بیمار و اور مسافروں کے جو شرعاً معذور ہیں، یہ ایک اجتماعی اور عالمی روزہ ہے، جس سے خود بخود ایک ایسی سازگار اور خوشگوار فضا پیدا ہوتی ہے جس میں روزہ آسان معلوم ہوتا ہے، دل نرم پڑ جاتے ہیں اور لوگ عبادتوں اور طاعتوں اور ہمدردی و غمخواری کے مختلف کاموں کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔

عالمی فضا اور سوسائٹی پر اس کے اثرات

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ صاحب کی چشم بصیرت نے اس کیفیت کو اچھی طرح محسوس کیا تھا، وہ

۱؎''۔ مکتوبات امام ربانیؒ ج ۱ صفحہ ۴۵

حدیث (اذادخل رمضان فتحت ابو اب الجنہ الخ) کی تشریح کرتے ہوئے کہتے ہیں:۔

''روزہ چونکہ ایک عمومی اور اجتماعی شکل کی حیثیت رکھتا ہے، اس لئے وہ رسوم کی دسترس سے محفوظ ہے، اگر کوئی جماعت اور قوم اس کی پابندی کرتی ہے تو اس کے لئے شیاطین قید کردئے جاتے ہیں، جنتوں کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کردئے جاتے ہیں[۱]''۔

دوسری جگہ لکھتے ہیں:۔

مسلمانوں کے مختلف طبقوں اور مختلف جماعتوں کا ایک وقت میں ایک چیز پر اجماع اور اجتماع جس میں سب ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں روزہ کو ان کے لئے آسان بنا دیتا ہے، اور اس سے ان کی بہت ہمت افزائی ہوتی ہے۔

اسی طرح ان کی یہ اجتماعیت خواص وعوام دونوں کے لئے ملکوتی برکتوں کے نزول کا باعث ہے اس میں اس کا امکان بھی بڑھ جاتا ہے کہ ان کے کاملین و واصلین پر جو انوار نازل ہوں وہ ان سے نیچے والوں کو بھی فیضیاب کرتے جائیں اور ان کی دعائیں ان کے پیچھے والوں تک پہونچتی رہیں[۲]''۔

فضائل اور اس کی قوت وتاثیر

سب جانتے ہیں کہ روزہ صحت کے لئے بھی مفید ہے، اور خالص طبی نقطۂ نظر سے بھی ہر شخص کے لئے مناسب اور بہتر ہے کہ وہ سال میں کچھ دن ضرور روزہ رکھے، اس لئے کہ زیادہ کھانے پینے اور ہر وقت انواع واقسام کے کھانوں کی فکر میں مبتلا رہنے کا نتیجہ یہ ہے کہ طرح طرح کے جسمانی اور اخلاقی عوارض پیدا ہو گئے ہیں، اور تقریباً ہر شخص اس سے عاجز اور پریشان ہے اور یہ ماننے پر مجبور ہے کہ طب وصحت کے نقطۂ نظر سے بھی روزہ کے بہت سے فوائد ہیں۔

لیکن اگر یہ تحقیق کی جائے کہ ان لوگوں کی تعداد اس سال کیا تھی جنہوں نے رمضان کا روزہ صرف اپنی صحت ٹھیک کرنے کے لئے یا اقتصادی مصالح کی بنا پر رکھا؟ اور کتنے ایسے روزے تھے، جو صرف معدہ کی اصلاح، صحت کے اصول، یا کفایت شعاری کے جذبہ سے رکھے گئے؟ تو ہم کو بخوبی اندازہ ہو جائے گا کہ ایسے لوگوں اور اس قسم کے روزوں کی تعداد نہ ہونے کے برابر تھی، یہاں تک کہ جاڑے کے روزوں میں بھی جب اس میں کوئی خاص دشواری نہیں ہوتی انکی تعداد میں کوئی اضافہ نہیں ہوسکا، حالانکہ طبی اور اقتصادی روزہ

---

[۱] حجۃ اللہ البالغہ ج۱ صفحہ ۵۹ [۲] ایضاً ج۱ صفحہ ۳۷

شرعی روزہ کی بہ نسبت زیادہ آسان اور سہل ہے، اور اس میں اتنی نازک پابندیوں کی بھی ضرورت نہیں۔

اس کے برعکس اگر روزہ داروں کی مردم شماری کی جائے جو لوگ محض ایک دینی فریضہ سمجھ کر اور اللہ تعالی کے وعدے اور آخرت کے بدلہ کی بنیاد پر رکھتے ہیں، تو ہمیں نظر آئے گا کہ مادّیت کے غلبہ اور دینی جذبہ کے ضعف وافسردگی کے باوجود انکی تعداد لاکھوں سے کسی طرح کم نہیں ہے، یہ وہ لوگ ہیں جو شدید ترین گرمی اور پیاس کی تکلیف کے باوجود محض دینی احساس کی بنا پر خوش دلی سے روزہ رکھتے ہیں اور راتوں کو عبادت بھی کرتے ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ اہل ایمان کی نظر میں ان دینی منافع اور فوائد کی قیمت (جن کا علم ہم کو انبیا کرام کے ذریعہ حاصل ہوا) ان معاشی وطبی فوائد سے کہیں زیادہ ہوتی ہیں جن کا علم اطباء، ڈاکٹروں اور اقتصادیات کے ماہروں سے ہم کو حاصل ہوتا ہے، روزہ کے متعلق ایسی ایسی بشارتیں اور وعدے ان کے علم میں ہوتے ہیں، جن کے سامنے روزہ کی معمولی تکلیفات اور وقتی بھوک پیاس بالکل ہیچ اور ناقابل ذکر ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''ابن آدم کا ہر عمل کئی گنا بڑھا دیا جاتا ہے اور نیکی دس گنا سے لیکر سات سو گنا تک بڑھا دی جاتی ہے، اللہ تعالی فرماتا ہے کہ سوائے روزہ کے اس لئے کہ بیشک وہ خاص میرے لئے ہے، اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا، میری خاطر اپنا کھانا اور اپنی خواہشِ نفس سب چھوڑ دیتا ہے روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں، ایک افطار کے وقت اور ایک اپنے رب سے ملاقات کے وقت اور بیشک روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالی کے نزدیک مشک سے زیادہ اچھی اور پاکیزہ ہے[۱]''۔

سہل بن سعد رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ ''جنت میں ایک دروازہ ہے جس کا نام ''ریان'' ہے، اس کے لئے صرف روزہ دار بلائے جائیں گے جو روزہ داروں میں سے ہوگا وہی اس میں داخل ہوگا اور جو اس میں داخل ہو جائے گا وہ کبھی پیاسا نہ ہوگا[۲]''۔

روزہ کی روح اور حقیقت کی حفاظت

رمضان کی اجتماعی نوعیت اور معاشرہ میں اس کے رواج وعمومیت کی وجہ سے اس کا پورا اندیشہ تھا کہ عادت اور تقلید اور رسم ورواج کا عنصر اس پر رفتہ رفتہ غالب آجائے گا اور بہت سے لوگ محض اپنی سوسائٹی اور ماحول کا ساتھ دینے اور طنز وملامت سے بچنے کے لئے اور اس ڈر سے کہ ان پر انگلیاں نہ اٹھائی جائیں

---

۱ صحاح ستہ ۲ شیخین

روزہ رکھنے پر مجبور ہوں گے، ایمان واحتساب اور نیت روزہ کی اہمیت اور اللہ تعالی کی نگاہ میں اسکی قیمت کے یقین اور استحضار سے انکے دل خالی ہوں گے، بہت سے لوگ مادی اغراض ومقاصد یا طبی اور ظاہری فوائد کے حصول کے لئے روزہ رکھنے لگیں گے اور اس طرح اس کا اصل مقصد ہی فوت ہوجائے گا۔

نبوت کی دوررس نگاہ نے اس کمزوری کا علاج اور اس فتنہ کا سد باب سب سے پہلے کیا، اور یہ شرط لگا دی کہ اللہ تعالی کے نزدیک صرف وہ روزہ مقبول ہے جو ایمان واحتساب کے جذبہ کے ساتھ رکھا جائے ، حدیث نبوی ہے ''من صام رمضانَ ایماناًو احتساباً غُفر له ماتقدّم من ذَنبه [۱]''۔

جو شخص انسانی کمزوریوں اور خامیوں اور انسانوں کی مختلف اقسام سے واقف نہیں وہ کہہ سکتا ہے کہ اس قید اور شرط کی کیا ضرورت تھی، رمضان کے روزے صرف مسلمان ہی رکھتے ہیں، اور خدا کی خوشنودی اور ثواب ہی کے لئے رکھتے ہیں، اس لئے ایمان اور احتساب کی شرط لگانا ایک بالکل زائد چیز اور تحصیل حاصل ہے، لیکن جو شخص انسانی احساسات ونفسیات اور اخلاقی واجتماعی محرکات سے گہری واقفیت رکھتا ہے اور اس کا زندگی کا مطالعہ زیادہ وسیع ہے وہ اس دوررس انتظام اور اس دقیق وعمیق علم کے سامنے سر تسلیم عجز کے ساتھ خم کردے گا جو خواہشِ نفس پر نہیں وحی الہی پر مبنی ہے ''وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝۳ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝۴ [۲]''۔

ایمان واحتساب کی تشریح ایک دوسری حدیث میں یہ آئی ہے ''انسان تمام اعمال ثواب کی امید رکھتے ہوئے اللہ تعالی کی مغفرت وخوشنودی کے وعدہ پر یقین کرتے ہوئے انجام دے۔''

عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''چالیس خصلتیں ہیں جن میں سب سے اعلی بکری کا عطیہ ہے، ان میں سے کسی ایک خصلت پر بھی ثواب کی امید اور اس پر جو اجر وثواب مقرر ہے اس کے یقین کے ساتھ عمل کیا جائے تو اسکے ذریعہ اللہ تعالی آدمی کو جنت میں داخل کردے گا [۳]''۔

شریعت اسلامی نے روزہ کی ہیئت اور ظاہری شکل پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس کی حقیقت اور اس کی روح کی طرف بھی پوری توجہ دی ہے، اس نے صرف کھانے پینے اور جنسی تعلقات کو ہی حرام نہیں کیا بلکہ ہر اس چیز کو حرام وممنوع قرار دیا، جو روزہ کے مقاصد کے منافی اور اس کی حکمتوں اور روحانی واخلاقی فوائد کے

---

[۱] متفق علیہ　[۲] سورہ نجم ۳-۴　[۳] بخاری شریف

لئے مضر ہے، اس نے روزہ کو ادب وتقویٰ، دل اور زبان کی عفت وطہارت کے حصار میں گھیر دیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ''تم میں سے کوئی روزہ سے ہو تو نہ بدکلامی اور فضول گوئی کرے نہ شور وشر کرے، اگر کوئی اس کو گالی دے اور لڑنے جھگڑنے پر آمادہ ہو تو یہ کہہ دے کہ میں روزہ سے ہوں[۱]'' یہ بھی ارشاد فرمایا کہ ''جس نے جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا نہ چھوڑا تو اللہ تعالیٰ کو اس کی کوئی حاجت نہیں کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑے[۲]'' وہ روزہ جو تقویٰ اور عفاف کی روح سے خالی اور محروم ہو وہ ایک ایسی صورت ہے جس کی حقیقت نہیں، ایسا جسم ہے جسکی روح نہیں، حدیث میں آتا ہے، آپ نے فرمایا ''کتنے روزہ دار ہیں جن کو ان کے روزہ کے بدلے سوائے پیاس کے کچھ ہاتھ نہیں لگتا اور کتنے ایسے عبادت گذار ہیں جن کو اپنے قیام میں شب بیداری کے سوا کچھ نہیں ملتا[۳]''۔

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ''روزہ ڈھال ہے، جب تک اس کو پھاڑ نہ ڈالا جائے[۴]''۔

اسلامی روزہ صرف سلبی امور واحکام کا نام نہیں جس میں صرف کھانے پینے، غیبت، چغلی، لڑائی جھگڑے اور گالی گلوج (وغیرہ) کی ممانعت ہو، وہ بہت سے ایجابی امور واحکام کا بھی مجموعہ ہے، یہ عبادت و تلاوت، ذکر وتسبیح، ہمدردی وخیر خواہی اور غربا پروری کا زمانہ ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے ''اس میں جو کسی ایک خصلت اور ایک عمل سے خدا کا تقرب حاصل کرنا چاہے گا، وہ دوسرے دنوں کے ادائگیِ فرض کے برابر سمجھا جائے گا، اور جو اس میں فرض ادا کرے گا وہ اس کی طرح ہوگا جو غیر دنوں میں ستّر فرض ادا کرے، یہ صبر کا مہینہ ہے، اور صبر کا بدلہ جنت ہے، اور غمخواری کا مہینہ ہے[۵]''۔

زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''جو روزہ دار کو افطار کرائے اس کو روزہ دار کے برابر اجر ملے گا اور روزہ دار کے اجر میں کوئی کمی نہ کی جائے گی[۶]''۔

نماز تراویح

اللہ تعالیٰ نے اس امت میں تراویح کی نماز اور اس کے اہتمام کا جذبہ بھی پیدا فرمایا ہے،

---

[۱] بخاری شریف [۲] متفق علیہ [۳] بخاری، ابوداؤد، ترمذی [۴] نسائی ''اوسط'' میں یہ اضافہ ہے کہ ''سوال کیا گیا کہ کس چیز سے پھاڑ ڈالے'' ارشاد ہوا جھوٹ یا غیبت سے'' [۵] یہ روایت ایک طویل حدیث کے ساتھ سلمان فارسیؓ سے مروی ہے (بیہقی، شعب الایمان)
[۶] ترمذی شریف

تراویح کی نماز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے، لیکن آپ نے تین دن پڑھ کر اس کو اس لئے چھوڑ دیا تھا کہ کہیں یہ امت پر فرض نہ ہو جائے اور مشقت کا باعث ہو، ابن شہاب روایت کرتے ہیں کہ ''مجھ سے عروہ نے بتایا وہ کہتے ہیں کہ مجھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''ایک بار رات میں دیر سے اپنے گھر سے نکلے اور مسجد میں نماز پڑھی، اور آپ کے ساتھ کچھ اور لوگوں نے بھی نماز پڑھی، جب صبح ہوئی تو لوگوں نے اس کے متعلق گفتگو شروع کی اور بہت سے لوگ جمع ہو گئے (دوسرے روز) جب آپ نے نماز پڑھی تو سب نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی، پھر صبح ہوئی اور اس کا چرچا ہوا تیسری رات نمازیوں کی تعداد بہت بڑھ گئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر تشریف لائے اور نماز پڑھی اور سب نے آپ کے ساتھ نماز ادا کی، جب چوتھی رات آئی تو نمازیوں کی کثرت سے مسجد میں جگہ نہ رہی، یہاں تک کہ فجر کی نماز کے لئے آپ باہر تشریف لائے اور نماز پڑھانے کے بعد لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ تم لوگوں کی موجودگی مجھ سے پوشیدہ نہ تھی، لیکن مجھے ڈر ہوا کہ یہ نماز تم پر فرض نہ کر دی جائے، پھر تم اس سے عاجز ہو جاؤ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہو گئی اور یہی صورت رہی [1]'' آپ کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اس پر عمل پیرا رہے اور اس امت نے مختلف ملکوں اور مختلف زمانوں میں اس کی پوری حفاظت کی'' یہاں تک کہ تراویح کی یہ نماز تمام اہلسنت اور صالحین امت کی علامت بن گئی، اس کے علاوہ اس سے حفظ قرآن میں بھی بڑی مدد ملی [2]'' اور اس کو بہت رواج اور عمومیت حاصل ہو گئی، نہ جانے کتنے سینوں میں وہ محفوظ ہو گیا، مزید براں اس کا ایک بہت بڑا فائدہ یہ ہے کہ اس سے عامۃ الناس کے ایک بہت بڑے طبقہ کو محض تراویح کے ذریعہ قیام لیل اور عبادت کی سعادت نصیب ہو جاتی ہے۔

ان سب چیزوں نے رمضان کو عبادت کا جشن عام، تلاوت کا موسم، اور ابرار و متقین اور عبّاد و صالحین کے حق میں فصل بہار بنا دیا ہے، اس میں اس امت کا دینی جذبہ، دین کا احترام اور عبادت کا شوق

---

[1] بخاری شریف باب ''فضل من قال رمضان'' [2] اس سلسلہ میں بعض ان ممالک کے ساتھ جو مرکز اسلام سے بہت دور تھے، اللہ تعالیٰ کا خاص فضل رہا چنانچہ ہندوستان و پاکستان میں تراویح اور ختم قرآن کا جتنا اہتمام ہے، اور عوام و خواص سب اس کے گرویدہ ہیں یہ بات اس درجہ میں کسی اور ملک میں نہیں ملتی یہاں محلے کی چھوٹی چھوٹی مسجدوں میں بھی تراویح کا اہتمام کیا جاتا ہے اور کم از کم ایک ختم ضرور ہوتا ہے، بڑی اور خاص مساجد میں کئی کئی ختم ہوتے ہیں، اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس سنت کے التزام کی وجہ سے حفاظ ... کی تعداد میں بہت نمایاں اضافہ ہوا اور رمضان کی خاطر پورے قرآن مجید کے دور کا معمول بن گیا اور ایسے ایسے حفاظ پیدا ہوئے جو حیرت انگیز کمالات رکھتے تھے اور حفظ قرآن کے شعبہ میں غیر معمولی اور ممتاز حیثیت کے مالک تھے۔

پوری طرح جلوہ گر ہو کر سامنے آجاتا ہے [۱]" اور اس کی توبہ وانابت قلوب کی نرمی، خدا کی طرف رجوع، احساس ندامت اور کارِ خیر میں جذبۂ مسابقت، اس نقطۂ عروج پر ہوتا ہے جس کے عشر عشیر تک دنیا کی کوئی قوم اور انسانوں کا کوئی گروہ نہیں پہونچ سکتا ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ ط وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۴﴾

تحریف اور غلو سے حفاظت

رمضان میں غلو اور تشدد، مشکل پسندی ونکتہ آفرینی کا امکان بہت تھا، اس لئے بہت سے لوگ یہ سمجھتے تھے کہ اس کا موضوع اور مقصد ہی نفس کو مارنا، خوہشات سے پیچھا چھڑانا اور اس کو آخری حد تک سختی اور مجاہدہ میں مبتلا کرنا، وہ سمجھتے تھے کہ جو شخص اپنے نفس کو جتنی مشکل میں ڈالے گا اور جس قدر سخت مجاہدہ کرے گا ،کھانے پینے اور آرام وراحت سے اپنے آپ کو جتنا دور رکھے گا، بھوک پیاس کی تکلیف جتنی زیادہ اٹھائے گا، اور صبر اور قوت برداشت کا ثبوت دے گا اللہ تعالی کا اسی لحاظ سے مقرب اور محبوب ہوگا، اور عافیت پسندوں و مالداروں کی صف سے نکل کر متقین وصابرین کی صف میں داخل ہو جائے گا۔

یہ وہ غلط اور سطحی خیال ہے، جس نے قدیم اقوام اور مذاہب کے دینداروں اور زاہد و تارک الدنیا لوگوں میں (عبادات میں عام طور پر اور روزہ میں خاص طور پر) اس قدر غلو پیدا کر دیا تھا کہ انہوں نے کھانے پینے سے پرہیز کی مدت بہت بڑھادی تھی، افطار بہت تاخیر سے کرتے تھے، اور سحری جلد کھالینا چاہتے تھے، یا اس کو مطلق ترک کر دیتے تھے، وہ اس کو بڑی کمزوری اور عجز قرار دیتے تھے کہ آدمی ان چیزوں کا محتاج ہو، کبھی مسلسل روزہ رکھتے تھے، اور اس کے ساتھ رات کی پابندی بھی شامل کر لیتے تھے بہت سے

---

[۱] رمضان میں زیادہ سے زیادہ عبادت، تقرب اللہ، خیر کے کاموں میں مسابقت، تلاوت اور ختم قرآن کا اہتمام ایسی میراث تھی، جو مسلسل اور تواتر کے ساتھ ایک نسل سے دوسری نسل تک منتقل ہوتی رہی اور اللہ کے خوش نصیب بندوں نے اس میں ایسے ایسے مراتب اور کمالات حاصل کئے جن پر آسانی کے ساتھ یقین کرنا مشکل ہے اور جس کی تاویل اہل ایمان اور اہل یقین کی عزیمت اور طاقتور روحانیت کے سوا کسی اور چیز سے نہیں کی جاسکتی، ہم نے ان علمائے ربانین اور مشائخ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے جن کا معمول روز آنہ ایک قرآن مجید ختم کرنے کا تھا، ان کی تقریبا پوری رات شب بیداری اور قیام میں گذرتی تھی، خوراک اس قدر کم ہو جاتی تھی کہ حیرت ہوتی تھی کہ اس قدر کم کھانے کے باوجود اس قدر نشاط اور مجاہدہ کیسے ممکن ہے یہ مشائخ اس ماہ صیام کی ایک ایک سانس اور ایک ایک لمحہ کو غنیمت جانتے تھے اور اس کو کسی چیز میں ضائع کرنا پسند نہ کرتے تھے، ان کو دیکھ کر رمضان کی اہمیت کا اندازہ ہوتا تھا اور زندگی کی قیمت کا بھی اور یہ بھی اچھی طرح سمجھ میں آجاتا تھا کہ متقدمین کے زہد و عبادت، قوت ارادی، اور علو ہمت کے جو محیر العقول واقعات تاریخ میں منقول ہیں وہ یقینا سچے ہوں گے۔

غالی اور متشدد مسلمان اور اہل بدعت نے بھی اس میں ان کی اتباع شروع کردی، لیکن دراصل یہ کوشش دین میں تحریف، اپنے نفس پر ظلم اور رہبانیت کے اختیار کرنے کے مترادف ہے اور اس سے فساد عام کا دروازہ کھلتا ہے، یہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو کھلا ہوا چیلنج ہے کہ:۔

يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ (سورہ بقرہ-۱۸۵)	اللہ تمہارے حق میں سہولت چاہتا ہے، اور تمہارے حق میں دشواری نہیں چاہتا
وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ (سورہ حج-۷۸)	اور اس نے تم پر دین کے بارے میں کوئی تنگی نہیں کی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے

ان الدين يسر ،ولا يشاد هذ االدين أحدالا غلبه فسددوا وقاربوا [۱]	دین سہل ہے، اور جو شخص اس دین سے سینہ زوری کرے گا (اور اپنی طاقت کا اظہار کرنے کے لئے اس میں تشدد سے کام لے گا) بالآخر اسی کو ہار ماننی پڑے گی پس دوستی اور میانہ روی سے کام لو۔

ان مصالح کے پیش نظر شریعت الٰہی نے اس کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند کردیا، اس نے سحری کی باقاعدہ ترغیب دی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود مسلمانوں کے لئے اس کو سنت قرار دیا، انس بن مالک رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ ''سحری کھاؤ اس لئے کہ سحری میں برکت ہے [۲]''۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ ہمارے اور اہل کتاب کے روزہ میں فرق اسی سحری کا ہے [۳]''۔

آپ نے افطار میں تاخیر کرنے سے بھی منع فرمایا ہے، اور اس کو فساد اور فتنہ کی نشانی اور اہل کتاب کے غالی دین داروں کا شعار قرار دیا ہے سہل بن سعد رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، آپ نے فرمایا ''جب تک لوگ افطار میں تعجیل سے کام لیتے رہیں گے، اس وقت تک خیر پر رہیں گے [۴]'' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''جب تک لوگ افطار میں عجلت سے کام لیتے رہیں گے'' اس وقت تک دین غالب رہے گا، اس لئے کہ یہود و نصاریٰ اس میں تاخیر کرتے تھے [۵]

---

[۱] روایت حضرت ابو ہریرہؓ (بخاری شریف کتاب الایمان) [۲] شیخین، ترمذی شریف [۳] مسلم شریف [۴] شیخین، موطا، ترمذی، [۵] ابوداؤد

''اسی طرح سحور میں تاخیر بھی مسنون ہے، اور صحابہ کرام اسی پر عامل تھے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ''ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سحری کھائی پھر نماز کے لئے کھڑے ہوئے، پوچھا کہ ان کے درمیان کتنا وقفہ تھا انہوں نے کہا کہ پچاس آیتوں کے برابر[۱]'' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو مؤذن تھے، بلال رضی اللہ عنہ اور ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلال رضی اللہ عنہ کی اذان رات کی علامت ہے، اس لئے اس وقت تک کھاؤ پیو جب تک ام مکتوم رضی اللہ عنہ اذان نہ دے دیں، وہ کہتے ہیں کہ ان دونوں میں بس اتنا وقفہ تھا کہ ایک اترتا تھا اور دوسرا چڑھتا تھا[۲]''۔

اعتکاف

اعتکاف رمضان کے فوائد اور مقاصد کی تکمیل لئے ہے، اگر روزہ دار کو رمضان کے پہلے حصہ میں وہ سکون قلب، جمعیت باطنی، فکر وخیال کی مرکزیت، انقطاع الی اللہ کی دولت، رجوع الی اللہ کی حقیقت، اور اس کے در رحمت پر پڑے رہنے کی سعادت حاصل نہیں ہوسکتی ہے تو اس اعتکاف کے ذریعہ وہ اس کا ادراک کرسکتا ہے، علامہ ابن قیم لکھتے ہیں:۔

> ''اعتکاف کی روح اور اس سے مقصود یہ ہے قلب اللہ کے ساتھ وابستہ ہوجائے اسکے ساتھ جمعیت باطنی حاصل ہو، اشتغال بالخلق سے رہائی نصیب ہو اور اشتغال بالحق کی نعمت میسر آئے، اور یہ حال ہوجائے کہ تمام افکار وتر ددات اور ہموم ووساوس کی جگہ اللہ کا ذکر اور اس کی محبت لے لے، ہر فکر اسکی فکر میں ڈھل جائے اور ہر احساس وخیال اس کے ذکر وفکر، اس کی رضا وقرب کے حصول کی کوشش کے ساتھ ہم آہنگ ہوجائے مخلوق سے انس کے بجائے اللہ سے انس پیدا ہو اور قبر کی وحشت میں جب کوئی اس کا غمخوار نہ ہوگا یہ انس اس کا زاد سفر بنے، یہ ہے اعتکاف کا مقصد جو رمضان کے افضل ترین دنوں یعنی آخری عشرہ کے ساتھ مخصوص ہے[۳]''۔

حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں:

> ''چونکہ مسجد میں اعتکاف جمعیت خاطر، صفائی قلب، ملائکہ سے تشبہ اور شب قدر کے حصول کا ذریعہ، نیز طاعت وعبادت کا بہترین پرسکون موقع ہے، اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو عشرۂ اواخر میں رکھا ہے، اور اپنی امت کے محسنین وصالحین کے لئے اس کو سنت قرار دیا ہے[۴]''۔

---

[۱] متفق علیہ [۲] ایضاً [۳] زاد المعاد صفحہ ۱۷۸ [۴] حجۃ البالغہ ج ۲ صفحہ ۴۲

اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر ہمیشہ مداومت فرمائی اور مسلمانوں نے بھی ہر جگہ اور ہر دور میں [۱] اس کی پابندی کی، چنانچہ اس نے رمضان کے شعار اور سنت متواتر کی حیثیت اختیار کر لی، حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ ''نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان کے اخیر عشرہ میں برابر اعتکاف فرماتے تھے، یہاں تک کہ آپ نے انتقال فرمایا، پھر آپ کے بعد آپ کی ازواج نے اعتکاف کا معمول قائم رکھا [۲]''۔

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر رمضان میں دس دن اعتکاف فرماتے تھے، جس سال آپ نے انتقال فرمایا اس سال آپ نے بیس دن اعتکاف کیا [۳]''۔

شب قدر

قرآن وحدیث کی روشنی میں شب قدر کی فضیلت بہت اہمیت کے ساتھ متعدد جگہ بیان کی گئی ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۝۱ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۝۲ لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۙ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ۝۳ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ ۝۴ سَلٰمٌ ۛ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝۵	بیشک ہم نے اسے (قرآن کو) شب قدر میں اتارا ہے اور آپ کو خبر ہے کہ شب قدر ہے کیا؟ شب قدر ہزار مہینوں سے بڑھ کر ہے، اس رات فرشتے اور روح القدس اترتے ہیں اپنے پروردگار کے حکم سے ہر امرِ خیر کے لئے سلامتی (ہی سلامتی) ہے وہ رہتی ہے طلوع فجر تک۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ''شب قدر میں جو ایمان واحتساب کے ساتھ عبادت کرے گا اس کے پچھلے گناہ معاف کردئے جائیں گے [۴]''۔

اللہ تعالی نے اپنی حکمت ورحمت سے اس کو رمضان کے اخری عشرہ میں پوشیدہ رکھا ہے تاکہ مسلمان اس کی جستجو میں رہیں، ان کی طلب اور ہمت بڑھے اور وہ یہ سب آخری راتیں اس کی لالچ میں قیام و عبادت اور دعاومناجات میں گذاریں، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معمول تھا، حضرت عائشہؓ راوی ہیں کہ ''جب رمضان کا آخری عشرہ شروع ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پوری رات بیدار رہتے تھے، اور اپنے گھر والوں کو بھی جگاتے تھے، اور کمر کس لیتے تھے [۵]''۔

---

[۱] اعتکاف اکثر مذاہب فقہ میں سنت ہے اور اس پر سب کا اجماع ہے کہ واجب نہیں ہے، احناف کے نزدیک آخری عشرہ میں رکھنا سنت مؤکدہ اور سنت کفایہ ہے، بحوالہ ''البرہان'' وغیرہ [۲] متفق علیہ [۳] بخاری شریف [۴] متفق علیہ [۵] ایضاً

آحادیث کا زیادہ تر اجماع اسی پر ہے کہ شب قدر اخری عشرہ میں اور اس کے بھی آخری سات دنوں میں اور طاق راتوں میں ہے، ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں سے بعض کو آخری سات دنوں میں خواب میں شب قدر دکھائی گئی، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں دیکھتا ہوں کہ تمہارا خواب زیادہ تر آخری سات دنوں کے متعلق ہے جو اس کو تلاش کرنا چاہے، وہ آخری سات دنوں ہی میں تلاش کرے[۱]'' حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ میں معتکف اور گوشہ نشیں ہوجاتے تھے، اور فرماتے تھے کہ شب قدر رمضان کے آخری عشرہ میں تلاش کرو[۲]'' حضرت عائشہ ہی سے روایت ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ شب قدر رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو[۳]''۔

☆☆☆

---

[۱] متفق علیہ [۲] ایضاً [۳] بخاری شریف

حضرت مولانا ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی

رمضان المبارک کے فضائل

حمد وصلاۃ کے بعد

''رمضان'' کا لغوی مفہوم

ارشاد باری تعالی ہے ۔شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ (البقرہ:۱۸۵)
(رمضان کا وہ مہینہ جس میں قرآن نازل ہوا)

✷ رمضان کا لفظ رمض سے نکلا ہے۔اس کے لفظی معنی تیزی اور شدت کے ہیں۔ جیسے عربی میں کہتے ہیں رمض یومنا ای اشتد حرہ کہ آج تو بہت گرمی ہے۔

✷ اسی طرح جب کوئی پرندہ بہت زیادہ پیاسا ہو اور پیاس کی وجہ سے لمبی لمبی سانس لے رہا ہو تو اسے عربی میں رمض الطائر کہتے ہیں۔یعنی پرندے کو بہت پیاس لگی ہوئی ہے۔

✷ چاشت کی نماز جو عام طور پر دن کے دس بجے ادا کی جاتی ہے اس کے بارے میں آتا ہے صلوۃ الضحی حین ترمض الفعال یعنی یہ وہ نماز ہے جس کے پڑھنے کے وقت اونٹنی کے بچے کے پاؤں بھی گرم ہوجاتے ہیں۔

✷ مسلم شریف کی ایک روایت ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین فرماتے ہیں شکونا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم :الصلوۃ فی رمضاء ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شکایت کی کہ نماز کے وقت میں بڑی گرمی ہے۔گویا ظہر کی نماز کے بارے میں یوں کہا کہ اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! ظہر کے وقت تو بڑی گرمی ہے۔

✷ رمضان کا لفظ فعلان کے وزن پر اسم جنس ہے۔اور بعض علماء نے کہا کہ باب سمع یسمع سے رمض یرمض اسم مصدر ہے۔

یہ وہ مہینہ ہے کہ گناہوں کی تپش کو ٹھنڈا کرنے کے لئے آتا ہے۔گویا رمضان کا لفظ اپنے معنی خود بتا رہا ہے کہ لوگوں نے اپنی جانوں پر ظلم کئے ،ان گناہوں کی شدت سے آگ جل رہی تھی اور رمضان المبارک کا مہینہ اس آگ کی شدت کو ختم کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے۔

روزہ کا لغوی اور اصطلاحی مطلب

روزہ کو عربی میں صوم کہتے ہیں اس کا لغوی معنی ہے رک جانا ٹھہر جانا۔

✷ جب بی بی مریم علیہا السلام نے بولنا بند کیا تو قوم نے کہا کہ آپ بات کریں تو انہوں نے اشارے سے کہا، إِنِّي نَذَرْتُ لِلرَّحْمَٰنِ صَوْمًا (مریم:۲۶)(بے شک میں نے رحمٰن کے لئے روزہ مان لیا ہے) ان کا یہ صوم کھانے پینے سے رکنا نہیں تھا بلکہ اس کا مطلب بولنے سے رک جانا تھا۔

✷ اسی طرح اگر کوئی گھوڑا چلتے چلتے رک جائے اور تھکاوٹ کی وجہ سے نہ چلے تو عربی میں اس کو صائم کہتے ہیں۔عرب لوگ اپنے گھوڑوں کو جنگ کے لئے تیار کیا کرتے تھے۔چونکہ جنگ کے وقت ان کے لئے چارہ اور دانہ پانی میسر نہیں ہوسکتا تھا اس لئے وہ ان کو کچھ دِن تک یہ چیزیں نہیں دیتے تھے تا کہ ان کی مشق ہو سکے۔جن گھوڑوں کو تربیت کی خاطر بھوکا پیاسا رکھا جاتا ہے ان کو عربی میں صائم کہتے ہیں۔

✷ شرعی اصطلاح میں طلوع صبح صادق سے لیکر غروب آفتاب تک کھانے پینے اور جماع سے پرہیز کرنے کو روزہ کہتے ہیں۔

حافظ ابن حجر نے روزہ کی تعریف یہ لکھی ہے۔

✷ **وفی الشرع امساک مخصوص فی زمن مخصوص عن شئ مخصوص بشرائط مخصوصة** (مخصوص وقت میں مخصوص شرائط کے ساتھ مخصوص چیزوں سے رکنے کا نام روزہ ہے)

روزہ کی نیت کرنے کا وقت

روزہ کے لئے نیت کا ہونا شرط ہے۔اگر آدمی بغیر نیت کے بھوکا پیاسا رہے گا تو اس کو کوئی اجر نہیں ملے گا۔چونکہ مؤمن کی نیت یہ ہوتی ہے کہ میں نے رمضان کے روزے رکھنے ہیں اس لئے وہ نیت سارے رمضان کے لئے کافی ہوتی ہے۔علماء نے لکھا ہے کہ روزے کی نیت کا بہترین وقت یہ ہے کہ جب پہلے روزے کو افطار کیا جائے تو اسی وقت اگلے روزے کی نیت کر لی جائے۔یعنی اسی وقت دل میں یہ نیت کر لی جائے کہ میں نے کل کا روزہ رکھنا ہے۔اسکا مطلب یہ بھی نہیں کہ رات کو کھانا پینا بند ہوجائے گا،نہیں بلکہ سحری تک کھا پی سکتا ہے۔

امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

یہ وہ مہینہ ہے جس کی پہلی رات میں جنت کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں۔

قزینی کی کتاب عجائب المخلوقات میں ایک عجیب بات لکھی ہے کہ امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ہر رمضان المبارک کا جو پانچواں دن ہوتا ہے وہ آنے والے رمضان المبارک کا پہلا ہوتا ہے۔ انہوں نے یہ ایک قانون بتادیا وہ فرماتے ہیں کہ اس بات کو پچاس سال تک ہر رمضان المبارک میں دیکھا گیا اور اسے ٹھیک پایا گیا۔ آج دنیا سائنس داں بنتی پھرتی ہے، دیکھیں ہمارے مشائخ نے کیسی کیسی باتیں بتا دیں۔ آپ بھی اس چیز کو آزما کر دیکھ لیجئے کہ اس رمضان المبارک کا جو پانچواں دن تھا وہ آئندہ رمضان المبارک کا پہلا دن ہوگا۔

رمضان المبارک پانے کے لئے مسنون دعائیں

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعا فرماتے تھے **اللھم بارک لنا فی رجب وشعبان وبلغنا رمضان** (اے اللہ! رجب اور شعبان میں ہمیں برکت عطا فرما! اور ہمیں رمضان المبارک تک پہونچا) آج بہت کم دوست ایسے ہیں جو رمضان المبارک سے ایک دو مہینے پہلے یہ دعا مانگنا شروع کردیں۔ آپ ذرا اپنے دل سے پوچھئے کہ کتنے لوگوں نے یہ دعا مانگی تھی۔ افسوس کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ سنت ختم ہوتی جارہی ہے۔

رمضان المبارک کے لئے اتنا اہتمام

ابن الفضل رحمۃ اللہ علیہ مشہور تابعی ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہمارے یہاں رمضان المبارک کا اتنا اہتمام ہوتا تھا کہ۔ **کانو یدعون اللہ ستۃ اشھر ان یبلغھم رمضان ثم یدعون ستۃ اشھر ان یتقبلہ منھم** (ہم چھ مہینے اللہ رب العزت سے دعا مانگتے تھے کہ وہ ہمیں رمضان المبارک تک پہونچا دے اور جب رمضان المبارک گذر جاتا تھا تو بقیہ چھ مہینے دعا کرتے تھے کہ اے اللہ! ہم سے رمضان کو قبول فرمالے)

پورے سال کا قلب

حدیث پاک میں ہے کہ رمضان پورے سال کا قلب ہے۔ اگر یہ درست رہا تو پورا سال درست رہا۔ اسی لئے امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں کہ ”رمضان المبارک کے مہینے میں اتنی برکت کا نزول ہوتا ہے کہ بقیہ پورے سال کی برکتوں کو رمضان المبارک کی برکتوں کے ساتھ

وہ نسبت بھی نہیں جو قطرے کو سمندر کے ساتھ ہوتی ہے۔''

قبولیتِ دعا کا اشارہ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے ان للہ تبارک و تعالی عتقاء فی کل یوم و لیلة یعنی فی رمضان و ان لکل مسلم فی کل یوم و لیلة دعوة مستجابة اللہ رب العزت رمضان المبارک کے ہر دن اور ہر رات میں جہنم سے جہنمیوں کو بری کرتے ہیں اور رمضان المبارک کے ہر دن اور ہر رات میں اللہ رب العزت ہر مؤمن کی کوئی نہ کوئی دعا قبول فرما لیتے ہیں۔

اب یہ ہم پر منحصر ہے کہ اللہ رب العزت سے کتنا مانگتے ہیں۔قبولیت کا اشارہ دے دیا گیا ہے۔ ہمیشہ مانگنے والے کو اپنے دامن کے چھوٹے ہونے کا شکوہ رہا ہے مگر دینے والے کے خزانے بہت بڑے ہیں

ٹوٹے رشتے وہ جوڑ دیتا ہے
بات رب پہ جو چھوڑ دیتا ہے

اس کے لطف و کرم کے کیا کہنے
لاکھ مانگو کروڑ دیتا ہے

یہ تو مانگنے والے پر منحصر ہے، جیسی فریاد کرے گا ویسا انعام ملے گا۔اللہ کے بندو! دنیا دار لوگ بھی فقیروں کے بھیس کا لحاظ رکھتے ہیں، اگر رمضان المبارک میں کوئی بندہ نیکوں کا بھیس بنا کر اللہ سے مانگے گا تو اللہ تعالی کیوں لحاظ نہیں فرمائیں گے۔

عبادت کا مہینہ

ابن ماجہ کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان ھذا الشھر قد حضر کم و فیہ لیلة خیر من الف شھر من حرمھا فقد حرم الخیر کلہ و لا یحرم خیرھا الا محروم (اس مہینے میں ایک رات ہے جو ہزار مہینوں کی عبادت سے افضل ہے جو اسکی خیر سے محروم ہوا وہ ساری ہی خیر سے محروم ہوا اور اس کی خیر سے وہی بندہ محروم ہوتا ہے جو حقیقت میں محروم ہوتا ہے)

ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اتاکم رمضان شھر برکة یغشاکم اللہ فیہ فینزل الرحمة و یحط الخطایا و یستجیب فیہ الدعاء ینظر اللہ الی تنافسکم فیہ (رواہ الطبرانی) (رمضان تمہارے اوپر آ گیا ہے جو برکت والا مہینہ ہے، اس میں اللہ رب العزت تمہاری طرف متوجہ ہوتے ہیں اور

تم پر رحمتیں نازل فرماتے ہیں، تمہاری خطاؤں کو معاف کرتے ہیں، دعاؤں کو قبول فرماتے ہیں اور اس میں تمہارے تنافس کو دیکھتے ہیں)

تنافس کہتے ہیں نیکی میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کو۔ اس لئے ہر بندہ یہ کوشش کرے کہ میں زیادہ عبادت کرنے والا بن جاؤں۔ جیسے کلاس میں امتحان ہوتا ہے تو ہر بچے کی کوشش ہوتی ہے کہ میں اوّل آجاؤں اسی طرح رمضان المبارک میں ہماری کوشش یہ ہو کہ ہم زیادہ عبادت کرنے والے بن جائیں۔

عبادت کا مفہوم

ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرا دل چاہتا ہے کہ میں سب سے زیادہ عبادت گذار بن جاؤں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تو اپنے جسم سے گناہ کرنا چھوڑ دے تو انسانوں میں سب سے زیادہ عبادت گذار بن جائے گا۔ لمبی لمبی نفلیں پڑھنے کا فائدہ تب ہی ہوگا جب اپنے من کو صاف کریں گے، یہ نہ ہو کہ اوپر سے لا الہ اور اندر سے کالی بلا۔ تسبیح بھی پھیرتے ہیں لیکن جھوٹ بھی نہیں چھوڑتے اور لوگوں کے دلوں کو تکلیف بھی پہونچاتے رہتے ہیں کسی ذرا سی بات پہ دماغ گرم ہوتا ہے تو گھر کے اندر تہلکہ مچادیتے ہیں۔ حالانکہ صوفی صافی بنے پھرتے ہیں۔ یاد رکھیں کہ عبادت صرف لمبی لمبی نفلیں پڑھنے اور تسبیح پھیرنے کا نام نہیں ہے بلکہ اپنے دِل اور جسم سے گناہوں کو چھوڑ دینے کا دوسرا نام عبادت ہے۔ ایسا بندہ اللہ رب العزت کو بڑا محبوب ہوتا ہے۔

روزہ داروں کا اکرام

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حدیث بیان کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں، **ان فی الجنة بابا یقال له ریان یدخل منه الصائمون، یقال این الصائمون، فیقومون لا یدخل منه احد غیرهم و اذا دخلوا اغلق** ....، (جنت کا ایک دروازہ ہے جس کا نام ریان ہے، قیامت کے دن اس میں سے روزہ دار لوگ گذریں گے، ان کے سوا کوئی بندہ اس دروازے سے نہیں گذر سکتا، آواز دی جائے گی روزہ رکھنے والے کہاں ہیں؟ روزے دار کھڑے ہوجائیں گے، اس کے سوا کوئی اس میں داخل نہیں ہوسکے گا، اور جب وہ داخل ہوجائیں گے تو وہ دروازہ بند کردیا جائے گا)

بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ جب لوگ اس دروازے میں سے داخل ہوں گے تو فرشتے ان کو یہ آیت پڑھکر سنائیں گے۔ **كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ﴿۲۴﴾** (الحاقه: ۲۴) (تم کھاؤ پیؤ یہ بدلہ ہے ان ایام کا جو تم نے اللہ کی عبادت میں گذارے تھے) مقصد یہ ہے کہ رمضان میں تم

بھوکے پیاسے رہتے تھے، اب تم اس دروازے میں سے داخل ہوئے ہو، اب تمہیں اللہ کی نعمتیں ملیں گی ،لہذا تم ان نعمتوں کو کھاؤ اور پیؤ۔

روزہ دار کے لئے دو خوشیاں

بخاری شریف کی ایک روایت، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: للصائم فرحتان اذا افطر فرح و اذا لقی ربه فرح بصومه (روزے دار آدمی کے لئے دو خوشیاں ہیں جب وہ روزہ افطار کرتا ہے اس وقت بھی اس کو خوشی ملتی ہے، اور قیامت کے دن وہ جب اللہ سے ملاقات کریگا تو اللہ تعالی اس وقت بھی اس کو خوشی عطا کریں گے)

ایک خفیہ معاہدہ

روزہ اللہ تعالی اور اسکے بندے کے درمیان ایک خفیہ معاہدہ ہے، اللہ تعالی فرماتے ہیں: الصوم لی و أنا اجزی به (روزہ میرے لئے ہے اور اس کا بدلہ بھی میرے ذمے ہے) چنانچہ باقی ہر قسم کی عبادت کا ثواب فرشتے لکھتے ہیں، مگر روزے کے بارے میں فرشتے یہ لکھتے ہیں کہ اس نے روزہ رکھا، اس کا اجر اور بدلہ قیامت کے دن اللہ تعالی دیں گے۔

اس میں ایک نکتہ ہے۔ اس کو خوب سمجھ لیں کہ ہر دینے والا اپنے مقام کے مطابق دیتا ہے، فرض کریں کہ اگر کوئی سائل آکر مجھ سے مانگے تو میں اپنی حیثیت کے مطابق اس کو ایک روپیہ دے دوں گا اور اگر وہی آدمی ملک کے کسی امیر آدمی سے مانگے تو وہ ایک روپیہ دیتے ہوئے شرمائے گا۔ ہوسکتا ہے کہ وہ اسے ایک ہزار روپیہ دیدے۔ اور اگر وہی آدمی سعودی عرب کے بادشاہ سے مانگے تو وہ ایک ہزار بھی دیتے ہوئے شرمائے گا، وہ اسے ایک لاکھ روپیہ دے گا، بلکہ ہم نے سنا ہے کہ وہاں کروڑوں چلتے ہیں، اس سے کم کی بات ہی نہیں ہوتی، جب دنیا کے بڑے لوگ اپنے مقام اور حیثیت کے مطابق دیتے ہیں تو یہاں سے یہ سمجھ لینا چاہئے کہ قیامت کے دن جب روزے کی عبادت کا اجر اللہ تعالی دیں گے تو وہ بھی اپنی شان کے مطابق عطا فرمائیں گے، بعض محدثین فرماتے ہیں کہ حدیث پاک کے الفاظ تو یہی ہیں مگر اعراب میں فرق ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ حدیث پاک میں ہے۔ الصوم لی و أنا أُجْزی به (روزہ میرے لئے ہے اور روزہ کا بدلہ بھی میں خود ہوں) یعنی قیامت کے دن اللہ تعالی روزہ کے بدلے اپنا دیدار عطا فرمائیں گے۔

بے مثال اور بے ریا عبادت

حدیث میں آیا ہے: علیکم بالصوم فانه لا مثل له (تمہارے اوپر روزے لازم ہیں کیونکہ اس

کی کوئی مثل نہیں) لہٰذا روزہ کے بارے میں دو باتیں ذہن نشیں کرلیں ایک تو یہ کہ یہ ایک بے مثال عبادت ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ یہ ایک بے ریا عبادت ہے۔ روزہ میں ریا ہوتی ہی نہیں، آپ پوچھیں گے وہ کیسے؟ وہ اس طرح سے کہ روزہ دار آدمی جب وضو کرتا ہے تو اس وقت کلی کرنے کے لئے منہ میں پانی ڈالتا ہے، اب اگر وہ آدھا پانی اندر لے جائے اور آدھا باہر نکال دے تو کس کو یہ پتہ چلے گا؟ پیاس ہونے کے باوجود جب وہ منہ میں گئے پانی کو نکال دیتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ اللہ رب العزت کے لئے روزہ رکھ رہا ہوتا ہے۔ ورنہ مخلوق کو کیا پتا اس لئے روزے میں ریا نہیں ہے۔ اور چونکہ روزہ میں ریا نہیں ہوتی اس لئے اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا کہ اسکا بدلہ بھی میں خود ہوں۔

روزہ ڈھال ہے

ایک حدیث پاک میں فرمایا گیا: **الصوم جُنة** (روزہ ڈھال ہے) روزہ تین چیزوں سے ڈھال ہے ✷ نفس اور شیطان کے مکر و فریب سے ڈھال ہے۔ لہذا جس انسان کو خواہشات نفسانیہ تنگ کریں روزہ اس کے لئے تیر بہدف علاج ہے۔ جو وساوس شیطانیہ میں ہر وقت گرفتار رہتا ہو، وہ ذرا بھوکا رہ کر دیکھے، جوانی کا نشہ ہرن ہوجائے گا۔ ✷ دنیاوی پریشانیوں اور مصائب سے ڈھال ہے۔ اس لئے جو انسان کثرت کے ساتھ روزہ رکھنے والا ہو اللہ تعالی اسکو دنیا کے مصائب اور پریشانیوں سے محفوظ فرمادیں گے ✷ قیامت کے دن دوزخ کے عذاب سے ڈھال ہوگا۔

روزہ اور قرآن کی شفاعت

حدیث پاک میں آیا ہے۔ **الصوم و القرآن یشفعان للعبد یوم القیامه** (روزہ قیامت کے دن اللہ رب العزت کے سامنے یہ شفاعت کرے گا کہ اے اللہ! اس بندے کو اپنی رضا عطا فرمادیجئے اور قرآن مجید بھی شفاعت کرے گا کہ اے اللہ! یہ بندہ میری تلاوت کرتا تھا اس لئے اس سے عذاب کو ہٹا دیجئے اور اس کو جنت عطا فرمادیجئے)

نیکوں کا سیزن

آپ نے دنیا میں دیکھا ہوگا کہ مختلف کاروبار کے سیزن ہوتے ہیں۔ جب کسی چیز کا سیزن ہوتو تاجر اپنے آپ کو ہر طرف سے فارغ کر کے سیزن کماتا ہے۔ اس کو پتہ ہوتا ہے کہ میں چند مہینے کام کروں گا اور اس کا نفع پورے سال مجھے فائدہ دے گا۔ رمضان المبارک کا مہینہ نیکیوں کے سیزن کے مانند ہے۔ اس

لئے اس مہینے میں ہمارے مشائخ خوب ڈٹ کر عبادت کیا کرتے تھے۔

مغفرت کا موسم

موسموں میں ایک بہار کا موسم بھی ہوتا ہے جب وہ موسم آتا ہے تو ہر طرف سبزہ ہی سبزہ نظر آتا ہے ، پھول ہی پھول نظر آتے ہیں۔ان کی خوشبو سے فضا معطر رہتی ہے۔یوں لگتا ہے کہ رمضان المبارک کا مہینہ مغفرت کا موسم ہے،اس میں اللہ رب العزت بندے کی مغفرت کا منظر سجاتے ہیں۔روزہ رکھنے والے کے لئے پانی کے اندر مچھلیاں ، بلوں کے اندر چونٹیاں اور ہوا کے اندر پرندے مغفرت کی دعائیں مانگتے ہیں ۔روزہ دار آدمی اللہ رب العزت کو اتنا پسند ہے کہ اس کا سونا بھی عبادت ہے۔جب وہ سانس لیتا ہے تو اسے اللہ تعالی کا ذکر کرنے کا اجر وثواب دیا جاتا ہے۔افطار کے وقت روزہ دار کی دعا قبول ہوتی ہے۔

ایک بات پر غور کیجئے کہ بالفرض اللہ کا کوئی بہت ہی نیک اور برگزیدہ بندہ ہو اور وہ آدمی آپ کو کسی وقت بتائے کہ ابھی مجھے خواب کے ذریعہ بشارت ملی ہے کہ یہ قبولیتِ دعا کا وقت ہے،تم جو کچھ مانگ سکتے ہو اللہ رب العزت سے مانگ لو۔اگر وہ آپ کو بتائے گا تو آپ کیسے دعا مانگیں گے؟ بڑی عاجزی اور انکساری کے ساتھ رو رو کر اللہ رب العزت سے سب کچھ مانگ لیں گے کیوں کہ دل میں یہ استحضار ہوگا کہ اللہ کے ایک ولی نے ہمیں بتا دیا ہے کہ قبولیت دعا کا وقت ہے۔جب ایک ولی فرمائے کہ یہ قبولیت دعا کا وقت ہے تو ہم اتنے شوق کے ساتھ دعا مانگیں گے اب ذرا سوچئے کہ ولیوں اور نبیوں کے سردار اللہ تعالی کے محبوب حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ روزہ دار آدمی کی افطار کے وقت اللہ تعالی دعائیں قبول فرماتے ہیں تو ہمیں افطاری کے وقت کتنے شوق اور لجاجت سے اور پُر امید ہو کر اللہ رب العزت سے دعائیں مانگنی چاہئیں۔ویسے بھی دستور یہ ہے کہ اگر آپ کسی آدمی کو مزدوری کرنے کے لئے گھر لائیں اور وہ سارا دن پسینہ بہائے ،اور شام کے وقت گھر جاتے ہوئے آپ سے مزدوری مانگے تو آپ اس کی مزدوری کبھی نہیں روکیں گے ،حالانکہ ہمارے اندر کتنی خامیاں ہیں ،بغض ہے ،کینہ ہے ،حسد ہے ،بخل ہے ،لیکن جو ہمارے اندر تھوڑی سی شرافت نفس ہے وہ اس بات کو گوارا نہیں کرتی کہ جس بندے نے سارا دن محنت کی ہے ہم اس کو شام کے وقت مزدوری دئے بغیر خالی بھیج دیں۔اگر ہمارا دل یہ نہیں چاہتا تو جس بندے نے اللہ کے لئے بھوک اور پیاس برداشت کی اور افطار کے وقت اس کے مزدوری لینے کا وقت آتا ہے تو کیا اللہ تعالی بغیر مزدوری دئے اس کو ٹرخا دیں گے؟

اعمال میں جمعیت حاصل کرنے کا سنہری موقع

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رمضان المبارک انسان کے آنے والے سال کا ایک نمونہ ہوتا ہے۔اس لئے جس بندے نے جمعیت کے ساتھ رمضان المبارک گذارا اُس کا آنے والا سال جمعیت کے ساتھ گذرے گا اور جس کا رمضان المبارک تفرقہ کے ساتھ گذرا اس کا آنے والا سال بھی تفرقہ کے ساتھ گذرے گا۔اس کی مثال یوں سمجھئے کہ جو آدمی چاہتا ہے کہ مجھے تہجد کی پابندی نصیب ہو وہ رمضان المبارک میں پورا مہینہ تہجد کی پابندی کرلے،آنے والے سال میں اللہ رب العزت اپنی مدد فرمائیں گے اور اس کو تہجد کا دوام عطا فرمادیں گے۔اگر کسی کو یہ شکوہ ہے کہ میری آنکھ میرے قابو میں نہیں ہے تو وہ تجربہ کر کے دیکھ لے۔وہ پورا رمضان المبارک اپنی نظروں کی حفاظت کر لے تو اللہ رب العزت اسے آئندہ پورے سال میں نگاہوں پر کنٹرول عطا فرمادیں گے۔اسی طرح جو آدمی جھوٹ سے نہیں بچ سکتا وہ پورے رمضان المبارک جھوٹ سے بچے،اللہ رب العزت اسے آنے والے سال میں جھوٹ سے محفوظ فرمادیں گے۔گویا ہم جس طرح اپنا رمضان المبارک گذاریں گے ہمارا آنے والا سال اسی طرح گذرے گا۔پورا رمضان المبارک باقاعدگی سے تلاوت کریں اللہ تعالی آنے والے سال میں باقاعدگی سے تلاوت کرنے کی توفیق عطا فرمادیں گے۔

اعتکاف کا لغوی واصطلاحی معنی

اعتکاف عکوف سے نکلا ہے اور عکوف کا معنی ہے جم جانا،بیٹھ جانا،شرعی اصطلاح میں رمضان المبارک کے آخری دس دن سنت کی نیت کے ساتھ مسجد کے اندر اپنے آپ کو پابند کرلینا اعتکاف کہلاتا ہے البتہ اس دوران انسان اپنی حوائج ضروریہ (وضووغیرہ) کے لئے مسجد کے باہر جاسکتا ہے۔

اعتکاف کا اصل مقصد

اعتکاف کا اصل مقصد اللہ رب العزت کے در کی چوکھٹ کو پکڑ کر بیٹھ جانا ہے۔آپ جانتے ہیں کہ جو سخی لوگ ہوتے ہیں ان کا دروازہ بند ہوتا ہے تو فقیر لوگ وہاں ڈیرہ لگا لیتے ہیں۔اس کو پتہ ہوتا ہے کہ یہ دروازہ بند نہیں رہ سکتا۔یہ ضرور کھلے گا۔اور جب کھلے گا اور میں سامنے ہوں گا تو مجھے ضرور ملے گا۔اسی طرح معتکف بھی اللہ رب العزت کی رحمت کے دروازے کے سامنے امید لگا کر بیٹھ جاتا ہے۔ان راتوں میں شب قدر تلاش کرنی ہوتی ہے۔آپ یہ نیت کریں ہم ان دس دنوں میں اللہ رب العزت کی محبت،اس کا قرب اور اس کی رضا حاصل کرنے کے لئے یہاں آئے ہیں۔

عشرہ اخیرہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مجاہدہ

سیدہ عائشہ فرماتی ہیں، **کان رسول اللہ ﷺ یجتھد فی العشر الا وخر مالا یجتھد فی غیرہ** (مسلم) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں اتنا مجاہدہ فرمایا کرتے تھے کہ اتنا مجاہدہ سال کے دوسرے حصوں میں نہیں کرتے تھے۔ بخاری شریف کی روایت ہے: **کان النبی ﷺ اذا دخل العشر الا واخر شد میزرہ واحیی لیلہ وایقظ اھلہ**، (حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ جب آخری عشرہ داخل ہوتا تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی ازار کو کس کر باندھ لیتے تھے۔ راتوں کو جاگ کر گذار دیتے تھے اور راتوں میں اپنے اہل خانہ کو بھی جگاتے تھے)۔

لیلۃ القدر کی فضیلت

یہ سب کچھ تعلیمِ امت کے لئے تھا۔ اسی لئے حدیث پاک میں آیا ہے: **من قام لیلۃ القدر ایمانا و احتسابا غفر لہ ما تقدم من ذنبہ** (بخاری ومسلم) (جو شخص لیلۃ القدر میں ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے (عبادت کے لئے) کھڑا ہوا۔ اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کردئے جاتے ہیں)

اس میں ایک نکتہ ہے کہ جو آدمی یہ چاہے کہ اللہ رب العزت مجھے معاف کردے، اس کو چاہئے کہ اپنے دل سے سب لوگوں کے بارے میں غصہ نکال دے۔ وہ اپنے سینے کو بے کینہ کرلے۔ سب کو اللہ کے لئے معاف کردے، یہ وہ موتی اور ہیرا ہے جو اللہ والوں کی محفلوں سے اس عاجز نے پایا ہے جو آدمی ان آخری راتوں میں جاگ کر عبادت کرے اور اپنے سینے سے سب کے بارے میں غصہ نکال دے تو روز محشر اللہ رب العزت اسی کو بہانہ بنا کر معاف فرمادیں گے۔

زندگی کے بہترین لمحات

اس لئے یہ وقت آپ کی زندگی کے بڑے ہی قیمتی اوقات میں سے ایک ہے۔ اس وقت کو غنیمت سمجھتے ہوئے آپ اپنے لمحات کو ذکر، عبادت اور تلاوت میں صرف کیجئے۔ مسجد میں رہ کر دنیا کی باتیں کرنا ویسی ہی منع ہے۔ اس لئے اعتکاف کی حالت میں بہت زیادہ پرہیز کیجئے۔ وقت کو ایسے گذاریں کہ ہر بندے کو اپنی فکر لگی ہوئی ہو، یہ نہ ہو کہ لوگ عبادت کررہے ہوں تو میں بھی عبادت کروں اور جب لوگ سوجائیں تو میں بھی سوجاؤں نہیں بلکہ ہر ایک کا اپنا ظرف ہے ہر ایک کی اپنی ہمت ہے۔ اس میں خوب ہمت لگائیں۔ البتہ جو اجتماعی اعمال ہیں۔ مثلاً جب بیان یا تعلیم کا وقت ہو اس میں پابندی کرنا ضروری ہوگا اس

سلسلہ میں ہم نے ایک نظام الاوقات بنا دیا ہے، انشاء اللہ اس محفل کے آخر میں وہ نظام الاوقات تقسیم کر دیا جائے گا۔آپ اس کو اپنے پاس رکھیں اور اس کے مطابق وقت کی پابندی کریں، یہ نہ ہو کہ جب بیان کا وقت ہو اس وقت آپ سو جائیں اور جب سونے کا وقت ہو اس وقت آپ تبادلہ خیال فرمائیں اگر آپ اس نظام الاوقات کی ترتیب پر چلیں گے تو فائدہ ہوگا۔اتنی بات عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ آج آپ اپنے دلوں کی کیفیت کو دیکھ لیجئے۔اگر زندگی رہی جب اعتکاف سے اٹھ کر جانے لگیں گے تو اس وقت بھی اپنے دل کی کیفیت کو دیکھ لیجئے گا۔یہ ہمارے مشائخ کی نسبت کوئی کچی چیز نہیں ہے بلکہ ایک پکی ٹھوس ہے، ان دس دنوں میں آپ کو اپنے دل کی حالت میں واضح تبدیلی نظر آئے گی۔آپ یوں محسوس کریں گے کہ جیسے آدمی کسی دوسرے جہان میں چلا گیا تھا اور بہت عرصہ کے بعد دوبارہ اس دنیا میں واپس آیا ہے۔اللہ والوں کی صحبت کی یہ تاثیر ہوتی ہے کہ دلوں سے دنیا کی محبت نکال دیتے ہیں اور اللہ رب العزت کی محبت دلوں میں بھر دیتے ہیں آپ آداب کے ساتھ یہ وقت گذاریئے گا۔ساری باتیں ہوں گی ..... ہم نے کوئی زمین و آسمان کے قلابے نہیں ملانے، کوئی انوکھے مضامین نہیں بیان کرنے، مقصد فقط یہ ہے کہ اپنا وقت بھی اللہ رب العزت کی رضا کے لئے گذر جائے اور آپ کا یہاں آنا بھی قیمتی بن جائے۔

رمضان المبارک کمانے والے خوش نصیب

آج بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو خوب عبادت کرتے ہیں

✷ ایک جوان العمر عالم ہیں، ان کی داڑھی کے سب بال سیاہ ہیں، ان کا اس عاجز سے بیعت کا تعلق ہے۔وہ پچھلے رمضان المبارک کے بعد فرمانے لگے حضرت الحمدللہ۔اللہ کی توفیق سے یہ رمضان المبارک ایسا گذرا کہ میں نے ہر دن میں ایک قرآن مجید کی تلاوت مکمل کی۔گویا تیس دنوں میں تیس قرآن مجید مکمل کئے۔

✷ ایک صاحب نے لکھا کہ حضرت! اس رمضان المبارک میں روزآنہ دس ہزار مرتبہ کلمہ طیبہ پڑھنے کی توفیق نصیب ہوئی۔

اگر لوگوں کے معمولات آپ حضرات کو بتانے لگوں۔جو وہ خطوط لکھ کر بتاتے ہیں تو آپ محسوس کریں گے کہ ہم تو کچھ کر ہی نہیں رہے ہیں۔یہ اس وقت بھی اسی دنیا میں ہیں ان کے لئے بھی دن چوبیس گھنٹے کا ہے۔ان کے بیوی بچے بھی ہیں کاروبار بھی ہیں، ضروریات بھی ہیں، بیماریاں بھی ہیں، لیکن اس کے باوجود خوب نیکیاں کرتے اور اجر کماتے ہیں، ہم اگر پچھلے بیس دنوں میں کچھ نہیں کر سکے تو کوئی بات نہیں، اللہ ب العزت نے جو دس دن دے دیئے ہیں ان دس دنوں کو قیمتی بنانے کی کوشش کیجئے گا۔جو دوست احباب

اپنے کاروبار یا ملازمت کی کسی وجہ سے سنت اعتکاف نہیں بیٹھ سکے ان کو چاہئے کہ نفلی اعتکاف کی نیت سے مسجد میں رہیں۔ یہیں سے وہ کپڑا بدل کر دفتر جائیں اور وہاں سے سیدھے مسجد میں آجائیں۔ اس طرح ان برکتوں سے ان کو بھی حصہ مل جائے گا۔

ایک سبق آموز واقعہ

آپ دل میں رمضان المبارک کا احترام رکھیں۔ اللہ رب العزت کو رمضان المبارک کا احترام بہت پسند ہے۔ ''نزھة المجالس'' کتاب میں ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک مجوسی تھا۔ یہ وہ وقت تھا جب مسلمان غالب تھے مگر کفاران کے درمیان رہتے تھے ایک مرتبہ مجوسی کے بیٹے نے رمضان المبارک کے دنوں میں کھانا کھایا۔ جب اس نے کھلے عام کھانا کھایا تو اس مجوسی کو بہت غصہ آیا اس نے بیٹے کو ڈانٹ ڈپٹ کی کہ تجھے حیا نہیں آتی کہ یہ مسلمانوں کا مقدس مہینہ ہے، وہ دن میں روزہ رکھتے ہیں اور تو دن میں اس طرح کھلے عام کھا رہا ہے، خیر بات آئی گئی ہوگئی۔

اس مجوسی کے پڑوس میں ایک بزرگ رہتے تھے جب اس مجوسی کا انتقال ہوگیا تو اس بزرگ نے اس کو خواب میں دیکھا کہ وہ مجوسی جنت کی بہاروں میں ہے، وہ بڑے حیران ہوئے اس سے پوچھنے لگے کہ آپ تو مجوسی تھے اور میں آپ کو جنت میں دیکھ رہا ہوں، وہ جواب میں کہنے لگا کہ ایک مرتبہ میرے بیٹے نے رمضان المبارک میں کھلے عام کھانا کھایا تھا اور میں نے رمضان المبارک کے ادب کی وجہ سے اس کو ڈانٹا تھا۔ اللہ تعالی کو میرا یہ عمل اتنا پسند آیا کہ موت کے وقت مجھے کلمہ پڑھنے کی توفیق عطا فرمادی۔ اس طرح مجھے اسلام پر موت آئی اور اب میں جنت کے مزے لے رہا ہوں۔

سوچنے کی بات ہے کہ جو بندہ ادب کی وجہ سے بچے کو تنبیہ کرتا ہے اللہ تعالی کو اس کا یہ عمل بھی پسند آجاتا ہے تو جو بندہ اس کا حقیقی معنوں میں ادب کرے گا اور اس میں اعمال کو اسی طرح اپنائے گا جیسے اپنانے کا حق ہے تو اللہ رب العزت اس پر کیوں مہربانی نہیں فرمائیں گے۔ لہذا ان دس راتوں کو زندگی کی قیمتی راتیں سمجھیں اور یوں سوچیں کہ اللہ رب العزت نے ہمیں اپنے گھر میں لاکر بٹھا دیا ہے، اللہ تعالی ہمیں کچھ دینا چاہتے ہیں، اس لئے ہم مانگیں جو مانگنا چاہتے ہیں۔

نیکیوں کی چیک بک

آپ رمضان المبارک کی مثال یوں سمجھیں جیسے بینک کی چیک بک ہوتی ہے۔ اللہ تعالی نے گویا

ہمیں تیس چیک والی چیک بک دی ہے کہ تم اس کے اندر جتنی چاہو رقم لکھ لو۔ وہ تمہارے لئے آخرت میں جمع ہوتی جائے گی کچھ لوگ ایسے ہیں جنہوں نے خالی چیک بھیج دئے اور کچھ بھی نہیں لکھا، ان کے دن ایسے ہی گئے، اور کئی ایسے ہوں گے جو ایک لاکھ لکھیں گے، کئی ایک ملین لکھیں گے، کئی بلین لکھیں گے، ہر کوئی اپنی اپنی پسند اور نصیب کے مطابق لکھے گا۔ ہمارے بیس چیک جمع ہو چکے ہیں اور دس چیک باقی ہیں۔ ان چیکوں پر لکھنا ہمارا کام ہے جتنی رقم لکھیں گے آخرت کے خزانے میں اتنی نیکیاں جمع ہوتی جائیں گی۔ اس لئے ان دنوں اور راتوں کو خوب عبادت میں گذاریئے۔ دل میں یہ نیت رکھئے کہ اے اللہ میں آپ سے آپ ہی کو چاہتا ہوں، اس لئے میں آپ کے گھر میں آکر بیٹھا ہوں۔ جب آپ یوں نیت کرلیں گے تو اللہ تعالی آسانی فرمادیں گے۔ اللہ تعالی بڑے قدردان ہیں، جب انسان سچے دل کے ساتھ اس کی چوکھٹ پر پڑ جاتا ہے تو اللہ تعالی ضرور رحمت کا معاملہ فرماتے ہیں۔ حضرت علی مرتضیٰؓ کا قول ہے کہ اگر اللہ تعالی کو امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عذاب دینا ہوتا تو وہ اس امت کو سورہ اخلاص اور رمضان المبارک کا مہینہ نہ عطا فرماتے۔

رمضان المبارک اور حضرت یوسف کی باہمی نسبت

ہمارے مشائخ نے فرمایا ہے رمضان المبارک کو باقی مہینوں کے ساتھ وہ نسبت ہے جو حضرت یوسفؑ کو اپنے بھائیوں سے تھی حضرت یعقوبؑ کے بارہ بیٹے تھے ان میں سے ایک حضرت یوسفؑ تھے اور ایک یوسفؑ کی برکت سے اللہ تعالی نے باقی گیارہ بیٹوں کی غلطی اور جرم کو معاف فرمادیا تھا۔ ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ سال کے بارہ مہینے ہیں۔ اس میں رمضان المبارک کا مہینہ حضرت یوسفؑ کی مانند ہے اس ایک مہینے کی برکت سے اللہ تعالی گیارہ مہینوں کے گناہ معاف فرمادیتے ہیں۔

مجالس اعتکاف کا مقصد

آپ کی خدمت میں مختلف مجالس میں تربیت کے عنوان پر کچھ باتیں پیش کی جاتی رہیں گی۔ ان کا مرکزی خیال تربیت ہوگا۔ سارے مضامین اس طرح کے ہوں گے کہ انسان میں نیکی کا شوق آئے گا۔ اچھے اخلاق پیدا ہوں گے۔ انسان گناہوں سے باز آئے گا۔ اور آخرت کی طرف رجوع پیدا ہوگا۔ آپ طلب لیکر بیٹھیں، اللہ تعالی ہمارا یہاں آنا اور بیٹھنا قبول فرمائیں گے اور ہم عاجز و مسکینوں پر ترس فرمادیں گے۔

ایک بد دعا پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آمین کہنا

حدیث پاک میں آیا ہے کہ جبریل علیہ السلام نے ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے بد دعا کی بعد من

ادرک رمضان فلم یغفر له (رواہ الحاکم) (برباد ہوجائے وہ شخص جس نے رمضان کا مہینہ پایا اور اس نے اپنی مغفرت نہ کروائی) اس میں سمجھنے کی بات یہ ہے کہ اول تو جبریل علیہ السلام بددعا کر نہیں سکتے۔ کیونکہ قرآنی فیصلہ ہے کہ لَا یَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ۝۶ (التحریم) (نافرمانی نہیں کرتے اللہ کی جو بات فرمائے انکو، اور وہی کام کرتے ہیں جو ان کو حکم ہو) اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ رب العزت کی طرف سے حکم تھا اور منشائے خداوندی تھی کہ جاؤ اور بددعا کرو کہ برباد ہوجائے وہ شخص جس نے رمضان کا مہینہ پایا اور اس نے اپنی مغفرت نہ کروائی لیکن اس بددعا پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آمین کہہ دینا بہت ہی عجیب بات ہے..... آپ ذرا کسی ماں کے سامنے اس کے بیٹے کو بدبخت کہہ کر تو دیکھیں یا کسی ماں کے سامنے اس کے بیٹے کو بددعا دیکر تو دیکھیں۔ وہ ایک لفظ بھی اپنے بیٹے کے خلاف نہیں سن سکے گی وہ کہے گی کہ میرے بیٹے کو بددعا دی جارہی ہے۔ کوئی ایسا تصور نہیں کرسکتا کہ کوئی بیٹے کو بددعا دے اور ماں اس پر آمین کہہ دے.....اگر ماں محبت کی وجہ سے آمین نہیں کہہ سکتی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو **بالمومنین رؤف الرحیم** ہیں۔ مؤمنین کے ساتھ محبت اور شفقت سے پیش آنے والے ہیں انہوں نے کیسے جبریل علیہ السلام کی بددعا پر آمین کہہ دی؟۔

ہمارے مشائخ نے جواب میں لکھا ہے کہ وجہ یہ تھی کہ رمضان المبارک میں اللہ رب العزت گناہوں کو اتنا جلدی معاف فرمادیتے ہیں کہ جو بندہ تھوڑی سی بھی کوشش کرلے اللہ تعالی اس کی بھی مغفرت فرمادیتے ہیں، اور جو اتنی بھی کوشش نہ کرے وہ پکا مجرم ہے، اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہی کہا کہ جو رمضان کا اتنا بھی لحاظ نہیں کرتا کہ اللہ سے گناہوں کی مغفرت کروالے تو وہ پکا مجرم ہے اس کا تو برباد ہوجانا ہی بہتر ہے، اس لئے آمین کی مہر لگادی۔

عید یا وعید

رمضان المبارک کے بعد یا تو ہمارے لئے عید ہوگی یا تو وعید ہوگی دونوں میں سے ایک حال میں ہوں گے عید کے بارے میں تو آپ جانتے ہیں کہ خوشی کو کہتے ہیں۔ اور وعید سزا کو کہتے ہیں جن لوگوں کی رمضان المبارک میں مغفرت ہوگی ان کی اس رمضان المبارک کے بعد عید ہوگی اور جن کی رمضان المبارک میں مغفرت نہ ہوسکی ان کے لئے رمضان المبارک کے بعد وعید ہوگی۔ ایک مرتبہ عید قریب تھی۔ ایک بزرگ سے کسی نے پوچھا، حضرت! عید کب ہوگی؟ وہ فرمانے لگے، ''جب دید ہوگی تب عید ہوگی'' مطلب یہ ہے کہ جب محبوب کی دید ہوگی تب ہماری عید ہوگی۔ کیونکہ عاشق کا تو کام ہی یہی ہوتا ہے۔ اس کے لئے تو محبوب کا

وصل ہی اصل عید ہوتی ہے، اس لئے آپ ان راتوں میں دعائیں مانگئے کہ اے اللہ! ہمیں اپنا قرب عطا فرما تا کہ ہماری اصل معنوں میں صحیح عید بن سکے۔

اجتماعی عمل کی فضیلت

یہ ذہن میں رکھئے گا کہ جب کوئی کام اجتماعی طور پر کیا جاتا ہے تو اس جماعت میں سے اگر کسی ایک کا بھی کوئی عمل قبول ہوجائے تو اللہ تعالی اس ایک کی برکت سے سب کا عمل قبول فرما لیتے ہیں۔اسی فرض نماز کی جماعت کا یہ مسئلہ ہے کہ جتنے نماز پڑھنے والے ہوتے ہیں ان میں سے کسی ایک کی نماز قبول ہوجائے تو اللہ تعالی اسکی برکت سے سب کی نماز قبول فرما لیتے ہیں کیونکہ اللہ تعالی کی رحمت سے یہ بعید ہے کہ سب لوگ اکٹھا کام کریں، ان میں سے ایک کا تو وہ قبول کرلے اور دوسروں کو پیچھے ہٹا دے۔وہ فرماتے ہیں کہ جب سب لوگوں نے ملکر کام کیا ان میں سے ایک کا عمل قبولیت کے درجے تک پہونچ گیا تو چلو اس کی برکت سے سب کا قبول کر لیتے ہیں۔جب نماز اور حج اس طرح قبول ہوجاتے ہیں تو اعتکاف کا مسئلہ بھی اسی طرح ہے ،ہم سب یہاں ملکر بیٹھے ہیں، اب آخر اتنے بندوں میں کسی کی تو فریاد اللہ تعالی کو پسند آئے گی، کسی کا رونا، کسی کی تہجد، کسی کا سجدہ اور کسی کی توبہ تو اللہ تعالی کے یہاں قبول ہوگی۔جس کا بھی کوئی عمل قبول ہوگا اس کی برکت سے اللہ تعالی ہم عاجز و مسکینوں کے اعتکاف کو بھی قبول فرمالیں گے اس لئے آپ حسن ظن کے ساتھ بیٹھئے گا کہ میں جو یہاں بیٹھا ہوں۔بس اللہ نے مجھے کچھ نوازنے کے لئے یہاں پہونچا دیا ہے۔میرا کام ہے اس وقت کو عبادت کے ساتھ گذارنا اور اللہ رب العزت میرا یہ اعتکاف ضرور بالضرور قبول فرمائیں گے اور اسے میرے لئے آخرت میں نجات کا سبب بنائیں گے۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ ہمیں پابندی کے ساتھ ان مجالس میں بیٹھنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہماری اصلاح فرمادے۔ہم سب جس مقصد کے لئے یہاں ملکر بیٹھے ہیں وہ یہ ہے کہ ہم سب اپنی اصلاح چاہتے ہیں۔اس لئے دل میں اپنی اصلاح کی نیت کر لیجئے کیونکہ انسان اللہ تعالی سے جو امید لگاتا ہے اللہ تعالی اس امید کو پورا فرمادیتے ہیں۔دعا ہے کہ اللہ رب العزت اس اعتکاف کو ہماری اصلاح کا ذریعہ بنائے ۔ہمارے دلوں میں اپنی محبت پیدا فرمائے اور ان دس دنوں میں ہمیں لیلۃ القدر کی عبادت کا شرف نصیب فرمائے۔(آمین ثم آمین)

(وآخر دعوانا أن الحمد للہ رب العالمین)

☆☆☆

ملک کا نیا منظر نامہ اور مسلمانان ہند کی حکمت عملی؟

ہمارا ملک جس نئے دور میں داخل ہوا ہے اس کا تقاضا ہے کہ نہایت سنجیدگی، گہرائی اور تفصیل کے ساتھ امکانات اور خطرات دونوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے ایک واضح اور مثبت لائحہ عمل طے کیا جائے۔
اسی مقصد کو سامنے رکھ کر مذکورہ بالا عنوان پر

''الفرقان'' کے ایک خاص نمبر

کی اشاعت کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ جو انشاء اللہ ملک کے ممتاز اہل فکر و دانش کے مضامین پر مشتمل ہوگا، اور جس میں ماضی قریب کے بعض اکابر اہل علم کے مضامین بھی نئی نسل کے سامنے پیش کئے جائیں گے۔

* ابھی تک کے پروگرام کے مطابق انشاء اللہ یہ خاص نمبر نومبر ۲۰۱۴ء میں شائع ہوگا۔
* مضامین نگار حضرات کی خدمت میں خطوط روانہ کر دئے گئے ہیں، ان سے گذارش ہے کہ اگست ۲۰۱۴ء کے اواخر تک اپنے مضامین ارسال کر دیں۔
* ایجنسیوں سے گذارش ہے کہ وہ جلد از جلد اپنے آرڈر بک کرادیں۔
* اس نمبر میں اپنے اشتہارات دے کر اپنے کاروبار کو فروغ دیں، اور اس کار خیر میں تعاون بھی کریں
* اپنے محترم قارئین سے بھی گذارش ہے کہ وہ بھی اپنے علاقے کے تاجر حضرات سے اشتہارات حاصل کرنے کی فکر کریں۔ اور اس سلسلہ میں معلومات حاصل کرنے کے لئے یا دفتر کی رہنمائی کے لئے درج ذیل نمبر پر رابطہ کریں
* اشتہار دینے کے خواہش مند حضرات یا ایجنسیوں کے ذمے دار حضرات درج ذیل نمبر پر رابطہ قائم کریں
* خاص نمبر کے بارے میں مزید معلومات کے لئے اگست کے شمارے کا انتظار کریں۔

رابطہ کے لئے نمبر: 0522-4079758- 8960633860-9415049598-9648031978-9369026355

براہ کرم دفتر کے اوقات میں ہی فون کریں: صبح 10:30 سے شام 05:00 تک

رحمان فاؤنڈیشن
تعارف وخدمات ایک نظر میں

محترم قارئین!

۱۹۹۵ء میں جب کہ ہمارا ملک بابری مسجد کی شہادت کے بعد نفرت اور خوف کی آگ میں جھلس رہا تھا، حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ کے مشورہ سے اور عارف باللہ حضرت مولانا قاری صدیق احمد باندویؒ کے شدید اصرار پر مدیر الفرقان مولانا خلیل الرحمٰن سجاد نعمانی مدظلہ نے یہ ادارہ، مختلف شعبوں میں خدمت خلق کے مقصد سے قائم کیا تھا، اللہ کا شکر ہے کہ تب سے اب تک یہ ادارہ خاموشی کے ساتھ اپنے مشن میں لگا ہوا ہے۔ شدید اختصار کے ساتھ اس کی حالیہ خدمات کا ذیل میں ذکر کیا جا رہا ہے۔

۱۔طبی امداد: فی الحال تین کلینک ادارہ کے ماتحت چل رہے ہیں۔ جن میں ایک لکھنؤ میں اور دو مہاراشٹر کے اس علاقے میں جہاں آج کل محترم مدیر الفرقان کا قیام ہے۔ دو میں سے ایک اسی گاؤں ''ممدا پور'' میں ہے جہاں خانقاہ نعمانیہ ہے، اور دوسرا اس سے کچھ فاصلے پر واقع گاؤں ''دامت'' میں ہے، ان دونوں مقامات پر ایک بھی ڈاکٹر موجود نہیں تھا، اس کلینک کے کھل جانے سے مقامی مسلم وغیر مسلم سبھی لوگوں کو بہت راحت ملی۔

۲۔تعلیم: اس شعبہ کے تحت جو ادارے چل رہے ہیں۔ ان کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱۔ **دارارقم**، جامع مسجد، جہانگیر آباد، ضلع بارہ بنکی (یوپی)۔ اس مدرسہ میں ایک سو بیس بچے حفظ وناظرہ (مع تجوید اور ضروری بنیادی تعلیم) حاصل کر رہے ہیں۔ بچے غریب گھرانوں کے ہیں، اور سب کے قیام وطعام (اور بسا اوقات علاج وغیرہ) کا انتظام مدرسہ ہی کے ذمہ ہے، مدرسہ کے سالانہ اخراجات گیارہ لاکھ روپے ہیں۔ اس شدید مہنگائی میں اساتذہ اور دیگر حضرات کے لئے مناسب تنخواہ کا انتظام وغیرہ ایک اہم مسئلہ ہے۔

۲۔ ممدا پور نیرل (مہاراشٹر) میں واقع ''**معہد الامام ولی اللہ الدھلوی للدراسات الاسلامیہ**'' بھی رحمان فاؤنڈیشن ہی کا ایک شعبہ ہے۔ اس ''معہد'' میں فارغ التحصیل نوجوان علماء کو دو سالہ ایسے تکمیلی اور تربیتی نظام سے گذارا جاتا ہے جس سے وہ اسلاف کے طریقہ کے پابند رہتے ہوئے اور دور جدید کے مزاج اور نفسیات کی بھی رعایت کرتے ہوئے قرآن وحدیث اور شریعت اسلامی کی بہتر تفہیم وتشریح کے لائق بنیں۔ نیز انگریزی، سیاسیات، معاشیات، عالمی تاریخ وجغرافیہ اور کمپیوٹر وغیرہ کی تعلیم بھی ان کو دی جاتی ہے — تین سال کا تجربہ بتاتا ہے کہ یہ معہد اپنے مقاصد میں بہت اچھی کامیابی حاصل کر رہا ہے اور انشاء اللہ اس کی خصوصی افادیت کو جلد ہی علمی حلقوں میں محسوس کیا جائے گا — اساتذۂ کرام، طلبۂ عزیز کے قیام وطعام اور ماہانہ وظیفوں میں سالانہ پچیس لاکھ روپے کے اخراجات ہو رہے ہیں۔

۳۔ ہر ماہ ایسے متعدد بچوں اور بچیوں کی تعلیمی فیس کی ادائیگی کے لئے: جو مختلف اسکولوں اور کالجوں میں زیر تعلیم ہیں، یا کوئی پروفیشنل کورس کر رہے ہیں اور جو یا تو یتیم ہیں یا ان کے والدین اپنی غربت کی وجہ سے فیس

کی ادائیگی سے قاصر ہیں، ایسے بچوں اور طلباء کے لئے ہر ماہ تقریباً تیس ہزار روپے دئے جاتے ہیں۔ بہت زیادہ ضرورت ہے کہ ہم اِن نوجوانوں کو ایک اچھی زندگی گذارنے میں اِنکی مدد کریں۔

۴۔ **بیوہ پنشن:** بے سہارا، بیوہ یا مطلقہ خواتین کو بھی ماہانہ پنشن کے طور پر ایک رقم دی جاتی ہے، سال رواں میں اس مد میں تقریبا ایک لاکھ پچیس ہزار روپے خرچ کئے گئے۔ اِس مد میں اہل خیر حضرات سے بہت زیادہ تعاون کی اپیل کی جاتی ہے، ہمارے اطراف میں حالات بہت زیادہ خراب ہیں، ہم کو باخبر ہونے کی ضرورت ہے۔

۵۔ **خانقاہ نعمانیہ:** مہاراشٹرا، نیرل میں ایک چھوٹے سے گاؤں ممدا پور میں ایک اصلاحی، دینی، روحانی اور تربیتی مرکز قائم ہے، جہاں حضرت مدیر الفرقان کا مسلسل قیام رہتا ہے، مسلسل مہمانوں، سالکین کی آمد رہتی ہے، اہل خیر حضرات کے تعاون سے وہاں کے تمام اخراجات، کی ادائیگی ہوتی ہے۔ کارکنان کی تنخواہ، بجلی، پانی، مہمانوں کی ضیافت وغیرہ میں ماہانہ ساڑھے چار لاکھ روپئے خرچ ہوتے ہیں۔

کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ وسائل کی کمی کی وجہ سے ہم مستحق کی کما حقہٗ مدد نہیں کر پاتے، اِس لئے بلا تردد ہم کارکنان ادارہ امید کرتے ہیں کہ آپ سب ان خدمات کی قبولیت کے لئے دعاؤں کا بھی اہتمام فرمائیں گے اور ان میں زکوۃ وعطیات کے ذریعہ تعاون بھی فرمائیں گے، خصوصا رمضان المبارک میں اِس ادارہ اور اِس کی خدمات کو یاد رکھتے ہوئے دعاؤں اور تعاون سے ہمارا ساتھ دیں گے۔

ہمارے اکاؤنٹ درج ذیل بینکوں میں ہیں:

A/c Holder Name: "RAHMAN FOUNDATION"

1-BANK : ICICI BANK. A/c with BRANCH: HAZRATGANJ LUCKNOW
A/c No.628101100866 (RTGS/NEFT/IFSC code : icici0006281)

2-BANK OF BARODA A/c with BRANCH: BARABANKI
A/c No.25150100008764 (RTGS/NEFT/IFSC code : BARBOBARBAN)

3-BANK OF BARODA A/c with BRANCH: NERAL RAIGAD
A/c No. 37800100001737 (IFSC Code: BARBONERALX)

تمام اکاؤنٹس SAVING BANK ہیں۔ چیک یا ڈرافٹ، صرف "رحمان فاؤنڈیشن" لکھا جائے گا۔ نقد رقم جمع کرنے کی صورت میں تاریخ کو نوٹ ضرور کرلیں، اور رسید کا مطالبہ ضرور کریں۔ چیک یا ڈرافٹ مندرجہ ذیل پتہ پر روانہ کریں۔

RAHMAN FOUNDATION
26, Station Road, Near Vikas Deep Building, Lucknow 226001.
Ph:+91-522-4004726